



URDU Gif Format

قنوت نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتویٰ کا رد

اجتناب اعمال من فتاویٰ اعمال

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

اجتناب العمال عن فتاوی الجہال

(قنوت نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتویٰ کا رد)

مسئلہ ۱۰۸۹ از شہر من عملداری پرتگیز مرسلہ ضیاء الدین صاحب ۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۶ھ تا ۱۰۹۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ توبہ دہانی نے اول چند مسائل عقائد و ہابیت و گستاخی شان معطلان دین پر مشتمل طبع کئے جس پر علمائے مبنی وغیرہ نے ۱۳۱۲ھ میں اس کی دہابیت پر فتویٰ دیا اُس نے باصرہ جماعت اہلسنت مجبور ہو کر اپنے تحفظ کے لئے ربیع الاول ۱۳۱۳ھ اُس وقت ایک پرچہ بانظہار توبہ چھاپ کر شائع کر دیا جب اہلسنت اُس کی طرف سے مطمئن ہو گئے تو اُس نے اپنے اُسی زمانہ سابق دہابیت کی تحریرات سے ایک تحریر حال کی بتا کر ظاہر کی جس کا تاریخی نام "ضروری سوال" لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۳ھ پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائط بحث لکھے ہیں وہ تحریر خاص اُس کے قلم کی لکھی ہوئی مع توبہ نامہ و شرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظہ میں حاضر کر کے چند امور کا استفسار ہے :

(۱) اس تحریر میں جو حکم اُس نے قرار دیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ و فساد و غلبہ کفار جائز و باقی وغیرہ منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون و وبا وغیرہ کے وقت جائز نہیں یہ حکم تفصیلی ہمارے ائمہ کا ہے یا اُس کا اپنا اختراع ہے ۔

(۲) طاعون یا وبا کے لئے قنوت ماننے کو کذب و بہتان بتانا علمائے کرام و فقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں ؟

(۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ و طرز بیان و املا و انشاء سے اس شخص کا بے علم و جاہل و منصب فتویٰ کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں۔

- (۴) اگر ظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اس کے فتوے پر عوام کو اعتماد چاہئے یا نہیں؟
 (۵) اُس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریریں لکھی ہیں اگر ان سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُس کی جہالت و بے علمی سے ہے یا کہیں بددیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے؟
 (۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بتائے وہ جاہل و نا فہم ہے یا نہیں؟
 (۷) شرائط مباحثہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اُس کے اگلے اشتہار توبہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُس سے اُس کی قدیم و بائیت کی بُو پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ بیسوا تو جو روا

الجواب

اللہم لك الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں، ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلاف تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحات کتب متون دیکھئے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقت غلبہ کفار کا بھی کہیں استثنائیں اور اگر تحقیقات جمہور شارحین پر نظر ڈالے تو مطلقاً نازلہ کے لئے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ و غلبہ کفار کی ہرگز قنوت نہیں لکھتے۔ غلبہ کفر میں ہے۔

قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی اغلا یقنت عندنا فی صلوٰۃ الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ اوبلیۃ فلا یاس بہ لہ
 یعنی امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا نماز فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہونا اُس وقت ہے کہ کوئی بلا و مصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز فجر میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں۔

شرح نقایہ برجندی میں ہے، فی الملتقط قال الطحاوی فذکر نحوہ یعنی امام ناصر الدین محمد سمرقندی نے ملقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا۔ بحر الرائق میں ہے،
 وفي شرح النقایۃ معنی الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ فنت الا امام الخ۔
 یعنی علامہ شرنی نے شرح نقایہ میں بحوالہ غایۃ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے الخ

۲۲۰ ص	مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور	صلوۃ الوتر	لے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی
۱۳۰/۱	نوکلشور لکھنؤ	فصل الوتر	لے شرح نقایہ برجندی
۴۴/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کینی کراچی	باب الوتر والنوافل	لے بحر الرائق شرح کنز الدقائق

منہ الخالق میں ہے،

کذا فی شرح الشیخ اسمعیل لکنہ عزاء
الی غایۃ البیان ولما وجد المسألة فیہا
فلعلہ اشتبہ علیہ غایۃ السروجی لغایۃ
البیان لکنہ نقل عن البایۃ مانصہ اذا وقعت نازلة
قنت الامام فی الصلوة المجهدة وقال الطحاوی لا یقنت
عندنا فی صلوة الفجر فی غیر بیۃ اما اذا وقعت فلا بأس به
اور انھیں نے غایۃ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کوئی سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا
وہی ارشاد ذکر فرمایا — اُسی میں ہے،

(قوله ولہما انہ منسوخ) قال العلامة نوح
أفندی هذا علی اطلاقہ مسلّم فی غیر
النوازل واما عند النوازل فی القنوت
فی الفجر فینبغی ان یتابع عند النکال
لان القنوت فیہا عند النوازل لیس
بمنسوخ علی ما هو التحقیق کما مرّ الخ۔

اشبہ والنظار میں ہے،

فی فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت
للا نزالۃ مستمرة لہ تنسخ یہ
اُسی میں ہے،

ذکر فی السراج الوہاج قال الطحاوی الخ

یعنی اسی طرح پر مسئلہ شرح شیخ اسمعیل للدرر والغرر
میں ہے انھوں نے اُسے غایۃ البیان علامہ القانی
کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا
شاید غایۃ السروجی سے اشتباہ ہو لیکن اس نے بنیۃ
سے نقل کیا جس کی عبارت یہ ہے جب کوئی سختی آئے تو امام
جہری نماز میں قنوت پڑھے اور طحاوی نے فرمایا ہمارے نزدیک (دست)
فجر میں بغیر مصیبت نہ پڑھے تاہم جب مصیبت نازل ہو تو حرج نہیں ہے
اور انھیں نے غایۃ امام عینی سے سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا

یعنی علامہ نوح أفندی نے فرمایا جب حنفی کسی شافعی
کے پیچھے نماز فجر پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں
اس کا اتباع ذکر کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ
ہے لیکن بلاؤں کے وقت صبح میں ہمارے سب
اماموں کے ہاں مقتدی کو باتباع امام قنوت پڑھنا
چاہئے کہ تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نماز صبح
میں قنوت منسوخ نہیں۔

یعنی فتح القدیر میں ہے کہ سختی کے لئے قنوت پڑھنے
کی شرعاً اجازت برابر چلی آئی ہے منسوخ نہ ہوئی۔

سراج الوہاج میں امام طحاوی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کوئی
بلا آئے تو قنوت فجر میں ہرج نہیں۔

۲۴/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الوتر والنوازل	لہ منہ الخالق علی بحر الرائق
۱۴۵/۲	" " "	" " "	" " "
۲۶۱-۲۶۲/۲	مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی	رفع الطاعون	لہ الاشباہ والنظار فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون
۲۶۲-۲۶۳/۲	" " "	" " "	" " "

هذا لا يكون القنوت في صلوة الفجر عند وقوع النوازل منسوخا بل يكون امرا مستمرا ثابتا ويدل عليه قنوت من قنوت من الصحابة بعده صلى الله تعالى عليه وسلم فيكون المراد بالنسخ نسخ عموم الحكم لا نسخ نفس الحكم قال في الملتقط قال الطحاوي الخ (ثم قال) قال بعض الفضلاء هو من هبنا وعليه الجمهور.

تقدیر پر بلائیں اُترنے وقت نمازِ فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی و ثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علماء جو قنوتِ فجر کو منسوخ بتاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ سختی و غیر سختی ہر صورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہو گیا نہ یہ کہ قنوت رہا ہی نہیں ملقط میں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں، بعض علماء نے منسوخ یا یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔

رد المحتار میں عباراتِ بحر و شربلانی و شرح شیخ اسمعیل و بنایہ و استبہاد و غنیہ ذکر کر کے فرمایا، قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلوة الفجر سختی کے لئے قنوت ہمارے نزدیک نمازِ فجر سے خاص ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے

قال الخطابی فیہ دلیل علی جواز القنوت فی غیر الترقلت لکن یقید بما اذا نزلت نازلۃ و حیثئذ لا خلاف فیہ۔

کلام یہاں مسئلہ قنوت نازل اور اس کے اجماعی یا خلائی ہونے کے بحث میں نہیں۔

وقد تقد من عن الشربلانی والحبلی و نوح أفندی والطحاوی بنسبة إلى الجمهور والمشعرة بحصول خلاف و افاد الامام ابن الهمام فی الفتح و تبعه الحبلی فی الغنیۃ ان قنوت النوازل امر و قد تقد من عن الشربلانی والحبلی و نوح أفندی والطحاوی بنسبة إلى الجمهور والمشعرة بحصول خلاف و افاد الامام ابن الهمام فی الفتح و تبعه الحبلی فی الغنیۃ ان قنوت النوازل امر

یعنی نمازِ فرض میں قنوت خاص اس صورت میں ہے جب کوئی سختی اُترے اُس وقت اُس میں خلاف نہیں،

پہلے شربلانی، حلبی، نوح آفندی اور طحاوی سے جمہور کی نسبت گزرنا جو اختلاف کی طرف مشعر ہے، امام ابن حمام نے فتح میں اور حلبی نے ان کی اتباع میں غنیہ میں کہا کہ قنوت نازلہ اجتہادی معاملہ ہے اور دونوں طرف کے دلائل

۱/ ۲۸۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
۱/ ۴۹۶ مصطفیٰ البابی مصر
۳/ ۱۴۹ مکتبہ امدادیہ ملتان

۱۔ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار باب الترتواترافل
۲۔ مطلب فی قنوت النازلۃ
۳۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت، الفصل الاول

نے کتاب القنوت میں بطریق محمد بن عبد اللہ الانصاری ثنا سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی :

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یقنّت الا اذا دعا لقوم او دعا علی قوم۔
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے یا کسی قوم پر دعا فرمائی ہوتی۔

کتاب ثلثہ مذکورہ میں ہے : ہذا سند صحیح قالہ صاحب تنقیح التحقيق یہ سند صحیح ہے صاحب تنقیح التحقيق نے اس کی تصریح کی۔ امام زلیعی نصب الراية میں یہ دونوں حدیثیں ذکر کر کے فرماتے ہیں : قال صاحب التنبیخ و سند ہذین الحدیثین صحیح و ہما نص فی ان القنوت مختص بالنار۔
یعنی صاحب تنقیح نے کہا ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ قنوت قہر مصیبت کے ساتھ خاص ہے۔

یہ دونوں حدیثیں بھی مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص فقہ و غلبہ کفار کی نہیں اور شک نہیں کہ مثلاً رفع طاعون دفع وبا، زوال قحط کے لئے دعا بھی "دعا لقوم" کے اطلاق میں داخل کہ یہ بھی مسلمانوں کے لئے دعائے نفع ہے تو صحیح حدیثوں سے اس کا جواب ثابت ہوا۔

فان اعتل بحمل المطلق علی المقید قلنا لیس ہذا محلہ فاف ذکر واقعہ عین داخلۃ فی اجمال بیان لا یحصوہ فیہا عند احد علی انہ انما ہو مسلك الشافعیۃ وانت تطہر من نفسک الاعتماد علی مذہب الحنیفۃ وقد انبأت فی غضون کلامک انک ہنا بصدد اثبات مذہبہم وصرحت فی آخر الرسالۃ انہا علی اصول مذہب
اگر کوئی یہ علت بیان کرے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا گیا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ اس حمل کا محل ہی نہیں اگر کوئی مخصوص ایسا واقعہ ذکر کرے جو بیان اجمال میں داخل ہو تو اس بات کا حصر مخصوص واقعہ میں کسی کے ہاں درست نہیں، علاوہ ازیں یہ شوافع کا مسلک ہے حالانکہ آپ مذہب حنفیہ پر اعتماد کا اظہار کر رہے ہیں، آپ کی یہ گفت گو آگاہ کر رہی ہے کہ آپ اخاف کا مذہب ثابت کرنے کے واسطے ہیں حالانکہ آخر رسالہ میں آپ نے یہ تصریح کی ہے

لہ مرقاة شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸۲/۳

۱۳۰/۲ باب احادیث القنوت فی الفجر مطبوعہ مکتبہ الاسلامیہ ریاض
۱۳۰/۲ باب احادیث القنوت فی الفجر مطبوعہ مکتبہ الاسلامیہ ریاض

یہ رسالہ ہمارے امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ کے
اور ان کے مقلدین کے اصولوں پر ہے اور یہ ہمارے
اپنے الفاظ ہیں باوجودیکہ صحیح مسئلہ اصول میں ہمارا
قول ہے ہمارے ائمہ نے اس پر ایسے دلائل قائم
کئے ہیں کہ کوئی ان پر قیل و قال نہیں کر سکتا، پس
الزام تام ہوا اور اس کے بعد کسی کو کلام کی مجال و
طاقت نہیں (ت)

امامنا الاعظم ابی حنیفۃ النعمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ وعن مقلد یہم اھ بلغظک مع
ان الصحیح فی المسئلۃ الاصولۃ قولنا
فقد اقام اثمتنا علیہا براہین لا قیل
لاحد بہا فیتم الالزام ولا یبقی لاحد مجال
کلام۔

سابعاً مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے،

قال ابن حجر اخذ منه الشافعی انه یسن
القنوت فی اخیرۃ سائر المکتوبات للنازلة
التي تنزل بالمسلمین عامة کوباء قحط
وطاعون او خاصۃ ببعضہم کأسیر
العالم والشجاع من تعدی نفعہ و
قول الطحاوی لم یقل بہ فیہا غیر
الشافعی غلط منہ بل قنت علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فی المغرب بصنفین اھ و
نسبۃ ہذا القول الی الطحاوی علی ہذا
المناوال غلط، اذ اطبق علماءنا علی
جواز القنوت عند النازلۃ۔

ابن حجر نے فرمایا کہ امام شافعی نے یہاں سے یہ
بات اخذ کی ہے کہ اس وقت تمام قرآن کی آخری
رکعت میں قنوت نازلہ پڑھنا سنت ہے جب عام
مصیبت مسلمانوں پر مشاء و با قحط، طاعون نازل
ہو یا خاص مصیبت بعض لوگوں پر نازل ہو مثلاً
کسی عالم یا بہادر جس کے نفع کثیر ہوں، کا مقید
ہو جانا، اور امام طحاوی کا یہ قول نازلہ میں اس بات
کا قول امام شافعی کے علاوہ کسی نے نہیں کیا کہ
ان کی طرف سے غلطی ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عند نے مقام صنفین پر مغرب کے وقت قنوت
پڑھی ہے اھ اور اس قول کی اس طریق پر امام
طحاوی کی طرف نسبت کرنا غلط ہے کیونکہ ہمارے علماء
شدید مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پڑھتے ہیں (ت)

اُسی میں ہے،

قال الامام النووی القنوت مسنون

امام نووی نے فرمایا فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت سنت

فالقنوت عندنا في التائمه ثابت وهو
الدعاء برفعها ولا شك ان الطاعون من
اشد النوائل

یعنی ان عباراتِ علمائے ثابت ہو کہ ہمارے نزدیک
بلا سختی کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی
ہے کہ اُس بلا کے دفع کی دعا کی جائے اور شک نہیں
کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ نور الایضاح اور علامہ سید محمد دمشقی نے حاشیہ شرح تنویر
میں دفع طاعون کے لئے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انھیں بحر محقق صاحب بحر کا حوالہ دیا ان کی عبارت ان شاء اللہ
تعالیٰ مختصر یہ آتی ہے اور ثانی نے زیر قول شارح مدق لا یقنن لغیرہ الا التائمه (شدید مصیبت کے
بغیر قنوت نہ پڑھی جائے۔ ت) فرمایا :

قال في الصبح التائمه الشديدة من
شدائد الداء ولا شك ان الطاعون من
اشد النوائل اشباہاً۔

صحاح میں ہے تازلہ اس مصیبت کو کہا جاتا ہے
جو شدید و ہر میں سے ہو اور اس میں کوئی شک نہیں
کہ طاعون شدید ترین مصیبتوں میں سے ہے (اشباہ ت)

تسلیم : ان بیانون سے جزاء روشن ہوئے :

اَوَّلُ یہ کہ طاعون و وبا اور ان کے مثل ہر بلا کے لئے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاق سے ثابت
ہے تو زید یعنی مصنف "ضروری سوال" کا قنوت نوازل کو جائز و ثابت مان کر اُسے بعض تازلہ سے خاص کرنا اور
باقی کی نسبت کہنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل مسئلے وہ کام یا تو بدعت ہو گا یا گناہ محض بے معنی ہے
کیا اطلاق احادیث اس شخص کے نزدیک کوئی اصل شرعی نہیں کہ اس کے حکم کو بے اصل و گناہ مانا ہے۔

دوم قنوت طاعون و وبا کو نہ صرف اطلاقات کلام علماء بلکہ اُن کی صاف تمہیں شامل جن میں خود امام اجل
ابو جعفر طحاوی بھی داخل، تو اس کی بنا پر زید کا ادعا کہ "ذوالِ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت اور
نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے وہ ایک زائد بات ہے" صریحاً نا فہمی ہے۔

سوم اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کیا بیحد، خاتم المحققین
سیدنا الجبہ قدس سورۃ الامجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد
(جیسا کہ ہمارے والد گرامی خاتم المحققین قدس سرہ نے اپنی مبارک کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد"

میں بیان کیا ہے۔ ت) مثلاً اس اخیر زمانہ فقہ میں طرح طرح کے نشے، قسم قسم کے باجے ایسے پیدا ہوئے جن کی حرمت کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوال ائمہ میں، مگر انھیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ کل مسکر حرام (پہر نشہ آور شے حرام ہے۔ ت) کے عموم اور یہ حدیث یستحلون الخمر والمخدر و الخمر والمعانق (وہ ریشم، شراب اور مزامیر کو حلال سمجھیں گے۔ ت) و کریمہ من الناس من یشتوی لہم الخمر (اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔ ت) کے شمول و اطلاق میں داخل، اب اگر کوئی جاہل کہہ اُٹھے کہ یہ تو قیاس کرتے ہو احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیجا رہے تو اس سے یہی کہنا چاہئے کہ اے ذی ہوش! یہ قیاس نہیں بلکہ جب ایک مطلق یا عام احادیث و کلمات علمائے کرام میں وارد ہے تو اس کے دائرے میں جو کچھ داخل سب کو وہ حکم محیط و شامل، تو ثابت ہوا کہ زید کا ضروری سوال میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا کہ جب قنوت عند النازل ثابت اور جائز ہوتی تو ہر قسم کی بلا اور مصیبت پر جائز ہونی چاہئے اور اس کا یہ مہل جواب دینا کہ ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیجا رہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے صریح نادی ہے۔

چہارم اگر صرف یہی اطلاق **ہم احادیث و اقوال ائمہ و قنوت ثابت** کے لئے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہرگز کذب و بہتان نہیں کہہ سکتے، دوسرے دلائل کی نظر سے راجح اور راجح کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ اوپر بس چکے کہ طاعون و وبا و قحط وغیرہ کے لئے قنوت کی صاف صریح تصریحیں امام اجل ابو ذر کریم نووی شارح صحیح مسلم شریف (جن کی جلالت شان پر علمائے جمیع مذاہب حق کا اجماع ہے)، اور امام جلیل شرف الدین حسن بن محمد طبری شارح مشکوٰۃ و امام شہاب الحق والدین احمد بن حجر مکی بائمی و علامہ عبد اللطیف بن عبد العزیز شہیر باب فرشتہ ازاجلہ علمائے حنفیہ و محقق فقیہ زین بن نجیم مصری عمدہ حنفیہ و مولانا علی محمد سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی و فاضل جلیل سید احمد مصری طحاوی حنفی و عالم نبیل سید محمد آقندی شامی حنفی نے فرمائیں اور امام ابن حجر مکی نے اسے امام مجتہد عالم قریش سیدنا امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا تو مصنف ضروری سوال "کا قول کہ طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں وہ ایک قسم کا کذب اور بہتان ہے اگر خطا ایسا کلمہ بے موقع کسی سے سرزد ہو جائے جناب الہی میں توبہ و استغفار جلد کر لے" محض کذب بہتان اور ان ائمہ کرام و علمائے اعلام کی جناب میں گستاخی و توہین شان ہے، زید پر لازم ہے کہ اپنی اس خطا اور بے موقع کلمے سے جناب الہی میں توبہ و استغفار کرے اگر بفرض باطل یہ قنوت فوازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بالاتفاق اس سے انکار فرماتے تو غایت یہ کہ یہ مسئلہ ائمہ مجتہدین کا

اختلافیہ اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا، اسے کذب و بہتان کہنا اس حالت میں بھی حلال نہ تھا نہ کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ و علماء کے بھی اطلاق و عموم و خصوص سب کچھ موجود، اور اگر اسے خصوص نقل فعل کا منکر ٹھہرایے تو اول تو یہاں اس کا محل نہیں کہ اس خصوص کا مدعی کون تھا جس کے رد میں زید یہ الفاظ لکھتا۔

ثانیاً اور واضح ہو چکا کہ عدم نقل فعل نہ زید کو مفید نہ اس کے مخالف کو مضر، تو اس کا ذکر محض فضول و نادانی ہے بالجلہ آفتاب کی طرح واضح ہوا کہ زید نے اس تحریر ”ضروری سوال“ میں نہ ہمارے متون مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شارحین اعلام کا قول لیا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا فتویٰ گھڑ دیا۔

ہاں مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیل کرتے ہوئے بعض ائمہ حدیث کے کلام اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب کی توجیہ کرتے ہوئے ہمارے بعض ائمہ کے کلام میں کچھ ایسی گفتگو واقع ہوئی ہے جو ایسا وہم پیدا کرتی ہے پھر اس پر کسی نے اعتقاد نہیں کیا نہ ہمارے علماء کا مذہب ہے اور نہ ہی یہ ان کے کلام میں مذکور ہے باوجودیکہ ان کی عموم پر تصریح منقول ہے لہذا ممکن ہے کہ یہاں قصر اتفاقاً واقع ہو گیا ہو اور قصر مقصود نہ ہو جو بھی ہوا اسے ہمارا مذہب بنا دیا گیا میرے علم کے مطابق اس میں زید کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت)

بلی قد وقع ما يوهمه في كلام بعض اشعة الحديث في تقرير مذهب الامام احمد بن حنبل رضي الله تعالى عنه وفي كلام بعض ائمتنا في توجیه مذهب بعض الصحابة رضوان الله تعالى عليهم ثم لم يعتمدوا ولا جعله مذهب علمائنا ولا ذكره في تقرير كلامهم مع انه قد اشيع النعيم صريحاً في حتم ان يكون القصر ههنا وقع وفاقاً لاحصاء اياما كان فجعل هذا مذهبنا لاسلف لزيد فيه فيما اعلم والله سبحانه وتعالى اعلم۔

”ضروری سوال“ کے اظہار خطا کو اسی قدر بس تمنا ہے حاجت شرعیہ ناقصوں قاصروں کی جہالتوں سفاہتوں کا شمار اپنا شیوہ نہیں لقولہ تعالیٰ و اعرض عن الجھلین (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جاہلوں سے روگردانی کیجئے۔ ت) مگر امور متعلقہ بدین میں بعد سوالی سائل بیان امر حق ضروری، اور یہاں مصلحت دینی اُس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم و کم فہم و مشکوک و متهم شخص اپنے آپ کو مفتی و مصنف بنائے ہوئے ہے اور بعض عوام اسے عالم و قابل اعتماد سمجھتے ہیں تو اس کے پُر جمل و نا اہل ہونے کا آشکارا کرنا ان شاء اللہ دین عوام کو نافع اور فضالت و جہالت میں پڑنے کا دافع ہوگا و باللہ التوفیق زید کی ترکیب و بندش الفاظ و انشاء و اظہار میں اگرچہ خطا یا سے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض و اب محصلین نہیں

لہذا انہیں چھوڑ کر اس کے باقی کثیر و بسیار غلط و جہالت سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے،
جہالت ۱: حدیث مذکور ابن جہان کے نزدیک دعویٰ تخصیص کا صاف رد تھی براہ نادانی اپنی دلیل بنا کر لکھی اور
 اس پر فائدہ یہ جمادیا کہ ”یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نصرت چاہئے کلاموں کے لئے قنوت ثابت نہیں“
 عقلمند سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں ظلم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر سے سوا ضرر کے تجھے کیا
 فائدہ حاصل ہوا۔

جہالت ۲: قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے ولہذا حکم
 دیتے ہیں کہ حنفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پروی نہیں،
 اس قدر پر تو کلیات علماء متفق ہیں، یا محل نظریہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ
 بے نازلہ کسی حال میں قنوت فجر کی مشروعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہو گیا، اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ و بے نازلہ ہر حال
 میں عموماً قنوت کا پڑھا جانا یہ منسوخ ہوا صرف بحالت نازلہ باقی رہا، نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ دلیل
 ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی اور مسند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی و

ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت شہرا یدعو علی احياء من احياء العرب ثم تركه ثم ادا ابن ماجة في صلوة الصبح وهو عند البخاري في مغازي بزيادة بعد الركوع وترك ثم تركه۔
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک نماز صبح میں قنوت پڑھی، عرب کے کچھ قبیلوں پر دُعا کے ہلاکت فرماتے تھے پھر چھوڑ دی۔ ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا کہ نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے۔ بخاری کے مغازی میں یہ اضافہ ہے کہ قنوت رکوع کے بعد تھی پھر اسے ترک کر دیا کہ الفاظ کو انھوں نے ترک کر دیا۔

اور صحاح ستہ میں یحییٰ بن حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ترک کا سبب نزول آیہ کریمہ لیس لك من الامر شي اذ يتوب عليهم اذ يعذبهم فانهم ظلمون (آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں چاہیے تو

- ۱/ ۲۳۴ صحیح مسلم باب استجاب القنوت فی جمیع الصلوات مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
 ۱/ ۸۹ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القنوت فی صلوة الفجر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
 ۲/ ۵۸۶-۸۷ صحیح بخاری باب غزوة الرجیع وعل و ذکوان قذیمی کتب خانہ کراچی
 ۲/ ۱۲۸ سنن القرآن

اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یا انہیں عذاب دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ (ت) ہے، یہاں نفرد و طرف جاتی ہے اگر معنی آیت مطلقاً مانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک فرمانا برائے ارتقاع شریعت ہو یعنی قبر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازلہ بھی غسوخ ٹھہرے گی، اور اگر معنی آیت ان خاص لوگوں پر دعائے ہلاکت سے مانعت ہو کہ ان میں بعض علم الہی میں مشرف باسلام ہوئے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک انہیں کے بار میں ہوئے مطلقاً تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی، یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر ان کی تبعیت کے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائیں، ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر (ہو الرازی) و نحوه (کدینا من عبد اللہ خادمہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما نال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقت فی الصبح حتی فارق الدنیا) اما علی القاطع لان الرازی کشیدوا لوہم قالہ ابو نرعتہ و دینار و قد قیل فیہ ما قیل (او علی طول القيام فانہ یقال علیہ ایضا و یحمل علی قنوت النواہل و یكون قوله (انے قول انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ثم ترك في الحديث الاخر (المراد في الصحاح) یعنی الدعا علی اولئک القوم لا مطلقاً اھ مختصراً مزید اصنی ما بین ہلالین۔

جب نسخ ثابت ہو تو اس روایت کو جسے حضرت انس سے ابو جعفر (رازی) یا اس کی مثل دیگر روایات (مثلاً دینار بن عبد اللہ حضرت انس کے خادم ہیں سے مروی ہے کہ رسالت اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے) یا غلطی پر محمول کیا جائے گا (کیونکہ بقول رازی ابو زرہ کثیر الوہم ہیں اور دینار کے بارے میں بھی جو کچھ کہا گیا ہے وہ ہی کچھ ہے) یا طول قیام پر محمول کیا جائیگا کیونکہ قنوت کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے یا اسے قنوت نازلہ پر محمول کیا جائے گا اور ان (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول دوسری حدیث (جو صحاح میں موجود ہے) میں کہ پھر اسے ترک کر دیا گیا یعنی قوم کے خلاف دعا ترک کر دی نہ کہ ہر دعا احتصاراً اور میری طرف سے وہ اضافہ ہے جو ہلالین کے درمیان ہے (ت)

نیز کتابین مذکورین میں ہے :

فیجب کون بقاء القنوت فی النوازل مجتہداً
فیہ وذلک ان هذا الحدیث (ای حدیث
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق
حماد بن ابی سلیمان وابی حمزة القصاب
عن ابراہیم عن علقمة عنہ قال لم یقنت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فی الصبح الا شہراً ثم ترکہ لم یقنت قبلہ
ولا بعدہ ولفظ حماد لم یقبل ذلک ولا بعدہ)
لم یؤثر عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من
قوله ان لا قنوت فی نازلة بعد هذه ،
بل مجرد العدم بعد ما فتحة الاجتهاد
بان یظن ان ذلک انما هو لعدم وقوع
نازلة بعد ما تستدعی القنوت فتکون
شرعیة مستمرة وهو محمل قنوت من
الصحابة بعد وفاته صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ، وان یظن رفع الشرعیة نظراً الى
سبب ترکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وهو انه لما نزل قوله تعالیٰ لیس لك من
الامر شیء ترکہ - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم -
احم زیادة -

کا قول لیس لك من الامر شیء نازل ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ترک کر دیا واللہ سبحنہ و
تعالیٰ اعلم احم زیادة - (ت)

مصائب کے وقت قنوت پڑھنے کو باقی رکھنے کے
معاملے کو اجتہادی قرار دینا واجب ہے کیونکہ یہ حدیث
(یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وطر یقول سے
مروی ہے حماد بن ابی سلیمان ، ابو حمزة قصاب نے
ابراہیم سے انھوں نے علقمة سے کہ رسالتاب صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت
پڑھا پھر آپ نے اسے ترک فرمادیا اس سے پہلے بھی
آپ نے قنوت فجر میں کبھی نہ پڑھی اور نہ بعد میں۔ حماد
کے الفاظ یہ ہیں کہ اس سے پہلے بھی نہ دیکھا اور نہ بعد
میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ قول
منقول ہے کہ شدید مصیبت میں اس کے بعد قنوت
نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اس کے بعد محض عدم

منقول ہو لہذا اس معاملہ میں اجتہاد ہوگا
بایں طور کہ غالب گمان ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی
شدید مصیبت ہی نازل نہ ہوئی جو قنوت کا تقاضا
کرتی لہذا قنوت دائماً جائز ہوگی اور یہی محل ہے
اس قنوت کا جو حضور علیہ السلام کے صحابہ رضوان اللہ
تعالیٰ علیہم سے منقول ہے یا بایں طور کہ گمان یہ

ہے کہ اس کا جواز ختم ہونا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے ترک کے باعث ہے بسبب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ
نے اس کو ترک کر دیا واللہ سبحنہ و

روشن علم تو یہ ہے مگر مصنف "ضروری سوال" کی سخت نا فہمی کہ دو ملتانی باتوں کو ایک کر دیا اور کچھ نہ سمجھا، خود اُسی کا ایک کلام دوسرے کو زد کردے گا مسلک تو وہ اختیار کیا کہ قنوت نازلہ باقی ہے منسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ و فساد و غلبہ کفار کے لئے ایک جگہ لکھا عند النازلہ بدعت نہیں مداومت بدعت اور دین میں نیا کام ہے۔ پھر لکھا "دلیل اوپر نسخ قنوت کے مداومت کے طور پر اور دلیل واسطے جواز قنوت کے عند النازلہ"۔ پھر لکھا مداومت کے طور پر منسوخ اور عند النازلہ غیر منسوخ "اور مزے سے وہی آیہ تحریر اور وہی حدیث بحوالہ صحیحین ذکر کر کے کہہ دیا "اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہوا سوائے قنوت وتر کے" ذی ہوش سے پوچھا جائے کہ اس حدیث سے کس چیز پر قنوت مذکور تھی نازلہ پر اور نزول آیت کس قنوت کے بارے میں ہوا قنوت نازلہ میں اگر آیت و حدیث سے اس کا نسخ ثابت مانتا ہے تو قنوت نازلہ کہاں باقی رہی، وہی تو صراحتاً ان سے منسوخ ہوئی، یہ طرفہ تماشا ہے کہ وہی منسوخ وہی باقی، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جہالت ۳: حدیث طاریق شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ در بارہ انکار قنوت فجر (جس طرح معمول شافعیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت پڑھی وہ بدعت ہے

اور ترمذی و ابن ماجہ نے یوں کہ ان کے صاحبزادے سید ابوالکلام نے ان سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ فرمایا، نہ نکالی ہوئی ہے یہ

ایک ہی حدیث مضمون ایک ہی صحابی ایک ہی مخرج اور مصنف "ضروری سوال" نے اسے بلفظ اول ذکر کر کے نسائی و ابن ماجہ و ابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کو بے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا: "ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا وارد ہے" ایسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاح فقہاء و کنا را اصطلاح محدثین پر بھی ٹھیک نہیں آسکتا یہ زید کی بے خبری و غفلت ہے۔

جہالت ۴: قنوت مذکورہ ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتا کر آگے حاشیہ جمایا: "اور حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدث بدعت و کل بدعت ضلالہ و کل ضلالۃ فی النار" دہر نو پیدا چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی دوزخ میں جاسے گی۔ ت) قطع نظر اس سے کہ

سنن النسائی	باب لعن المنافقین فی القنوت	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور	۱۲۸/۱
جامع الترمذی	باب فی ترک القنوت	امین کمپنی دہلی	۵۳/۱
سنن ابن ماجہ	باب ماجاء فی القنوت فی صلوۃ الفجر	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۸۹

جملہ اولیٰ حکم بدعت نہیں حکم بدعت ہے، اجتہادیات ائمہ دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دیں کسی بے باکی و جرأت ہے
حاشا ائمہ کو اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت و فی الار کا مصداق نہیں وہ سب حق و ہدایت و سبیل جنت ہے۔

جہالت ۵ تا ۸ : حدیث عاصم بن سلیمان ذکر کی :

قلنا لا نسب بن مالک ان قومایزعمون ان
النسب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یزل
یقنت فی الفجر فقال کذبوا انما قنت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہرا
واحدا یدعو علی احياء من احياء المشرکین۔
اور اس کا ترجمہ کیا ”ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے
یہ کہ مقرر ایک قوم گمان کرتی ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نماز فجر میں، سو
جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے
ہیں سوائے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے

میں ایک، سو بھی بدعا کرنے کو اور قبیلوں کے قبیلوں سے مشرکین کے۔“

اولاً محاورہ عرب میں زعم بمعنی مطلق قول بھی شائع یہاں تک کہ صحیح حدیث میں زعم جبریل تک واقع۔
ثانیاً کلام نامحقق یا خلاف تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک ہوتا ہے جو اسے بلفظ زعم
تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مسئلہ واضح کہ وہ زعم خود بھی اسے مشکوک یا مظنون کہتا ہے، زعم نے زبردستی یزعمون
کے معنی یہ بنائے کہ جو قنوت فجر کی بقائے قائل ہیں خود ہی اسے شک و گمان کے مرتبے میں جانتے ہیں اور اسی بنا
پر کذب بوا کا ترجمہ کیا ”کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں“ یہ نبی جاکر اب اس پر فائدہ بڑا اس حدیث سے یہ بھی
سمجھا جاتا ہے کہ زمانہ تابعین میں قنوت کا فقط گمان ہی گمان تھا یقینی امر نہ تھا، پس حقیقی روایات ان روایات کے
مخالف ہیں وہ سب ظنیات ہونی چاہئیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ افسوس کہ جو کہنا چاہتا وہ بھی کہہ نہا
عقلندہ سے پوچھا جائے کہ قائلان قنوت مالکیہ و شافعیہ کس دن کہا تھا کہ قنوت فجر یقینی ہے یا مانعان قنوت
حنفیہ و حنبلیہ کب کہہ سکتے ہیں کہ عدم قنوت قطعی ہے مسائل اجتہادیہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کون سا
فائدہ آپ نے نکالا اور اس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو۔

مثلاً اس سب سے قطع نظر کیجئے تو ان قومایزعمون میں لفظ قوم نہ کو چیز اثبات میں ہے
جس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ کچھ لوگ بطور و جم بقاء قنوت مانتے ہیں اس سے کب لازم ہو کہ زمانہ تابعین
میں سب قائلان قنوت اسے اسی درج میں جانتے ہیں۔

جہالت ۹: حدیث ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت فجر سے
عن القنوت فی الفجر
جس میں تین راوی ضعیف و شدید الضعیف ہیں ذکر کر کے تضعیف رواۃ کا جواب دیا کہ "امام صاحب کی تحقیق کو
وہ ماننے نہیں۔

"دوم یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس نہی کی ضرورت خبر ہوگی
اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظ نہی کا نہ ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا، قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے
قائل حضرت طارق شحجی ہیں نہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نوید اکھنہ سے اس گمان کی راہ کہ ہر سے علی ضرور
انہیں اس نہی کی خبر ہوگی انہوں نے صراحتہ نوید ہونے کی وجہ ارشاد فرمادی تھی کہ میں نے سید عالم و خلیفہ کرام
صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سب کے پیچھے نماز پڑھی اے قرزند! وہ نہی نکلی ہے اس میں نہی پر اطلاع کی جو بھی
نہیں نکلتی، کہ اس سے گمان ہو کہ ضرور نہی معلوم ہوگی بلکہ انصاف اس سے یہی متبادر کہ نہی یا تو واقع ہی نہ ہوئی یا
ہوتی تو انہیں خبر نہ تھی ورنہ عدم فعل کا ذکر نہ کرتے صاحب جہالت کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو
اسے منع فرما چکے ہیں جواب مسئلہ میں دلیل اقویٰ کا ترک کیوں کیا جاتا۔

جہالت ۱۰: ایک حدیث کی سند ذکر کی، عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
ترجمہ میں بھی لکھا "اس نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے" عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابیت
درکنار مسعود سہ سے مسلمان ہی نہ ہوا، جاہلیت میں مرا۔ اُسے رضی اللہ عنہ میں شامل کرنا کیسی جہالت، اور
دانستہ ہو تو سخت تر آفت۔

جہالت ۱۱: آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبد اللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ

لہ یکن انس نفسہ یقنت فی الصبح کما رواہ	خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر میں قنوت
الطبرانی واذا ثبت النسخ وجب حمل	نہیں پڑھتے تھے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے
الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر اما	اور جب نسخ ثابت ہو گیا تو وہ روایت حضرت انس
علی الغلط او علی طول القیام، فانه یقال	رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابو جعفر سے مروی ہے یا تو
علیہ ایضا فی الصحیح عنہ علیہ الصلوۃ	اسے غلطی پر محمول کیا جائے گا یا طول قیام پر

والسلام افضل الصلوة طول القنوت ای
القیام

کیونکہ حدیث صحیح میں اس پر قنوت کا اطلاق موجود ہے
کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ، نماز میں
افضل ترین عمل طول قنوت یعنی قیام ہے ۔ (ت)

قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلال یا زیر آیت چنان اہل علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ
اُس آیت و حدیث کی تفسیر و شرح یا اُس کی بحث میں ایسا کہا نہیں جوت حدیث ابنی جعفر رازی ہے اُسی کے
تحت اُسی کی بحث میں حدیث ابن مسعود و حدیث طبرانی وغیرہ مانہ کوریں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت
فتح کا صاف مطلب جسے ہر حرف شناس عربی بے تکلف پہلی ہی نگاہ میں سمجھ لے یہ ہے کہ حدیث ابنی جعفر میں جو
دوام قنوت مذکور ہوا ممکن ہے کہ وہاں قنوت سے طول قیام مراد ہو کہ لفظ قنوت اس معنی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو
حدیث صحیح میں ارشاد ہو کہ بہتر نماز طول قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو۔ مصنف ضروری سوال ایسی
سلیس عبارت کے واضح معنی کو خاک نہ بھا لفظ ایضاً کو کہ مرا حقیقتاً کی طرف ناظر تھا اُس سے قطع نظر
مکر کے مابعد سے ملایا اور ایضاً فی الصحیح کو سند جدا گانہ ٹھہرایا و لهذا لفظ ایضاً پر نشان (سہ) علامت
فصل ہے لگایا اور عبارت کا ترجمہ یوں فرمایا "کیونکہ وہ لفظ قنوت کا مقرر بولا گیا ہے اور طول قیام کے اور
بھی بیچ حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے جو مروی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ افضل ترین
نمازوں کی وہ نماز ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو" اس جہالت کی کچھ حد ہے اور ذرا یہ حسن ادا بھی قابلِ لحاظ
کہ "بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے" گویا یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کہیں لفظ قنوت
آیا ہی نہیں۔

جہالت ۱۲: اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا،

والاشکال نشأ من اشتراك لفظ القنوت
بین ما ذکر و بین الخضوع والسکوت
والدعاء وغیرہا۔
یہاں اشکال قنوت کے ان معانی میں اشتراک
کی وجہ سے پیدا ہوا ہے یعنی مذکورہ شئی (طول
قیام، خضوع، سکوت اور دعا وغیرہ کے
درمیان لفظ قنوت مشترک ہے۔ (ت)

یہاں ما ذکر سے مراد وہی طول قیام تھا اور اُس کے معطوفات خضوع و سکوت و دعا وغیرہ یعنی قنوت کا

لفظ جبکہ ان سب معانی پر بولا جاتا ہے اس وجہ سے حدیث ابی جعفر میں قائلان قنوت فجر کو اشتباہ پیش آیا اس سے دعا سمجھ لئے حالانکہ مراد طول قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں قیام طویل فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر مبتدی بے تاملی سمجھ لے اب مصنف صاحب کا علم دیکھئے عبارت صرف "ما ذکرتمک نقل کی اور ترجمہ فرمادیا" اور جو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں وہ لفظ قنوت کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے درمیان اُس چیز کے جو مذکور ہوئی یعنی اپنے محل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدیر کی عبارت کا۔ "گویا آپ کے نزدیک بین صرف شے واحد پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ما ذکر کے معنی یہ کہ اپنے محل پر مذکور ہوتی ہے اسی پر مطلب تمام ہو گیا۔

جہالت ۱۳: سوال قائم کیا جب نسخ قنوت ثابت ہوا تو عندنا نازلہ جواز کہاں رہا" اور اس کے جواب میں لکھا "جواب بصورت اجمالیہ اجماعیہ یہ ہے فی فتح القدیر و ترونا فیل کی بحث میں قولہ ان مشروعیۃ القنوت فی النازلہ مستمرة لہ تسخیر الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا بیچ وقت سختی منسوخ نہیں " فتح القدیر سے استناد اور قنوت نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بکف چراغ دارود کا تماشا ہے فتح القدیر کی اسی عبارت میں صراحت فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فیہ منسوخ ہونا نہ ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے وقد تقدّر لفظہ فی بیان الجہالة الثانية (اس کے الفاظ کا تذکرہ جہالت نمبر ۲ میں ہو چکا ہے۔ ت) اسی عبارت منقولہ زید کے بعد بلا فصل فرمایا تھا "وبہ قال جماعة من اہل الحديث" (محدثین کی ایک جماعت نے یہی قول کیا ہے۔ ت) کہاں ایک گروہ محدثین کا قول ہونا اور کہاں اجماع۔ **جہالت ۱۴:** جو قنوت دونوں حضرات نے نماز فجر میں پڑھی وہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تحتی نہ بدعا نہیں مگر دعائے وصول مکروہ، اور شک نہیں کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغلوبی مکروہ ہوتی ہے اور شک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ مانگتی تھیں مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے:

انہ لما قنت فی صلوۃ الصبح انکر الناس علیہ فقال انما استنصرنا علی عدونا۔ جب انہوں نے نماز فجر میں قنوت پڑھی تو لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے دشمن پر مدد مانگی ہے۔ (ت)

محرر مذہب شیخنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں :

قال ابراہیم (ہو النحی) وان اهل الكوفة
انما اخذوا القنوت عن علي رضي الله تعالى
عنه قننت يد عو على معاوية حين حاربه ،
واما اهل الشام فانما اخذوا القنوت عن
معاوية رضي الله عنه قننت يد عو على علي رضي الله
عنه حين حاربه قال محمد وبقول
ابراہیم ناخذ وهو قول ابی حنیفة

جہالت ۱۵ : ”بعید نہیں کہ ان حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو کہ اللہم اصلح بیننا و
بین قومنا فانہم اخواننا بغوا علینا (۱) اے اللہ ! ہمارے اور قوم کے درمیان صلح پیدا فرما کیونکہ
وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہے۔“ امیر المؤمنین کی طرف سے یہ قنوت
مختل کیا امیر مغویہ بھی معاذ اللہ امیر المؤمنین کو باغی سمجھتے تھے یہ زاجا ہلانہ اقترا ہے امیر مغویہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے صاف تصریح بسند صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع نہیں نہیں اپنے آپ کو مولیٰ علی کا ہمسر
سمجھتا ہوں،

وانی لاعلم انہ افضل منی و احق بالامر
ولکن لستم تعلمون ان عثمان قتل ظلما
وانا ابنت عمہ و ولیہ اطلب بد مہ یلہ
رواہ یحییٰ بن سلیمان الجعفی استاذ
الامام البخاری فی کتاب صفین بسند جید
عن ابی مسلم الخولانی۔

میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ مجد سے افضل و احق بہ امامت ہیں مگر تمہیں
خبر نہیں کہ امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلماً
شہید ہوئے میں ان کا ولی اور ابن عم ہوں ان کا قصاص
مانگتا ہوں۔ اسے امام بخاری کے استاد یحییٰ بن سلیمان
الجعفی نے کتاب صفین میں سند جید کے ساتھ
ابو مسلم خولانی سے روایت کیا ہے۔

جہالت ۱۶ : خود ہی سوال میں لکھا ”جب قنوت عند النازلہ جائز ہوئی تو ہر مصیبت پر جائز ہونی چاہیے جس طرح قلت باران و سیلاب، زلزلہ، آمدی، امراض مختلفہ خاص کر وبا اور طاعون کہ وہ اشد النازلہ ہے“ اور جواب دیا ”ہمارا تمہارا قیاس بیکار ہے ان مصیبتوں کے لئے شارع علیہ السلام نے جُدا جُدا طریقہ بتا دیا اور ان کا حکم بھی سنایا چنانچہ کتب فقہ ان سے ملو ہیں الخ“ اس کو قیاس بتاتے کی جہالت اور مذکور ہو چکی مگر طاعون کو خود ”اشد النازلہ“ سمجھنے سے رہا سہا اور بھی جہل کا پردہ کھول دیا جب قنوت نازلہ ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نازلہ ہے تو اس کے لئے بدلاتہ النص قنوت ثابت اور بدلاتہ النص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت، اب مصنف ضروری سوال کی مثال اس ذی ہوش کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا : لا تقفل لهما أف ماں باپ سے ہوں نہ کہہ۔ جب ہوں کہنے سے ممانعت ہے تو مارنا اس سے سخت تر ہے بدرجہ اولیٰ منع ہے وہ کہے ”ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے“ قرآن میں تو کہیں والدین کو مارنے کی ممانعت نہیں ولا حول ولا قوة الا بالله العلیٰ العظیم۔

جہالت ۱۷ : قطع نظر اس سے قلت و کثرت باران و سیلاب و زلازل و ریاح و امراض مختلفہ سب کے لئے جدا جدا طریقہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں بتایا، اگر اس بیان مصنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے، بالفرض جدا جدا طریقہ ارشاد بھی ہوئے ہوں تو سب کے لئے ایک طریقہ عامہ ہونے کی کیا منافی ہے پھر اس باب سے سوا اپنے اظہارِ علم اور کیا حاصل ہوا۔

جہالت ۱۸ : اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ ۹۹۹ھ نو سو نودس میں مصر القاہرہ میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے، سو میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں، میں حکم نہیں کر سکتا، چنانچہ

قوله سئلت عنه في الطاعون سنة تسع و تسعين وتسعمائة بالقاہرۃ فاجبت بافی
ان کا قول کہ قاہرہ میں مجھ سے طاعون کے وقت قنوت پڑھنے متعلق
۹۹۹ھ میں سوال کیا گیا تو میں نے جواباً کہا اس
پر تصریح میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ (ت)

صاحب اشباہ ورحمہ اللہ کا انتقال ہر شتم رجب ۱۰۰۰ھ کو ہوا۔ علامہ حموی شرح اشباہ ورحمہ اللہ کا ثانی کتاب الخقف
میں نقل فرماتے ہیں :

قد توفي المصنف رحمه الله لثمان مضين
مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات رجب ۱۰۰۰ھ

صاحبِ اشباہ ہی کی طرف ہے جسے آپ نے چنانچہ کلمہ کربارتِ اشباہ ہونے کا اشارہ کیا اور بل ذکر کا مطلب کچھ نہ بنا لہذا اُسے ترجمہ سے خارج کر دیا طر ف سخت جہالتِ قاضیہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلہ قنوت کا تسمہ بنا دیا کہ "قنوت پڑھا چاہے تو اکیلا دو رکعت نفل کی نیت کر کے پڑھے" اور اسی لئے اپنی طرف سے ترجمے میں "مگر" تراش لیا کہ "مگر جماعت سے نہ پڑھے" حالانکہ کوئی کم علم بھی عبارتِ اشباہ خواہ عبارتِ مذکورہ ناقلِ علمتِ الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جہالت کا گمان بھی نہ کرے گا، اشباہ میں تو قنوت طاعون ثابت فرما کر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور جُدا گانہ دلیلوں سے اُس کا ثبوت دیا۔

الفاظ یہ ہیں کہ غایہ میں تصریح ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی بڑی مصیبت اترے تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے، پس بڑی مصیبت کے وقت قنوت ہمارے نزدیک ثابت امر ہے اور بیشک طاعون بڑی مصیبتوں میں سے ہے السراج الوہاج میں ہے کہ طاعون نے ذمہ کیا کہ کسی مصیبت کے ہمارے نزدیک جو میں قنوت پڑھی جائے اور اگر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ مطلق میں ہے انتہی اگر آپ پوچھیں کہ اس کے لئے نماز ہے تو میں کہتا ہوں کہ طاعون کا معاملہ خسوف کی طرح ہی ہے۔ فیتۃ المفتی کے باب الخسوف میں ہے کہ سخت تاریکی، شدید طوفان، شدید بارش یا شدید ژالہ باری، شدید خوف یا مرض عام لاحق ہو جائے تو تنہا نماز ادا کریں انتہی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون ایسی مرض ہے جو عام لوگوں کو لاحق ہو جاتی ہے لہذا اس کے رفع کے لئے بھی دو رکعات تنہا ادا کرنا سنت ہو گا (مختصر اُت)

اور ناقل نے بھی بل ذکر لکھ کر اُسے جُدا کر دیا تھا مگر جب آدمی کو سہل سہل عبارات کا ترجمہ سمجھنے کی قیادت نہ ہو تو مجبور ہے۔

حيث قال صرح في الغاية بانه اذا نزل بالمسلمين نازلة قنّت الامام في صلوة الفجر والقنوت عند نافي النازلة ثابت ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل وفي السراج الوهاج قال الطحاوي لا يقنّت في الفجر عندنا من غير يلية فان وقعت فلا بأس بذلك في الملتقط انتهى فان قلت هل له صلوة قلت هو كالخسوف لما في منية المفتي في الخسوف والظلمة في النهار واشتداد الريح والمطر والثلج والافزاع وعموم المرض يصلى وحدا انما انتهى ولا شك ان الطاعون من قبيل عموم المرض فتنس له ركعتان فرض ادنى احفظوا ژالہ باری، شدید خوف یا مرض عام لاحق ہو جائے تو تنہا نماز ادا کریں انتہی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون ایسی مرض ہے جو عام لوگوں کو لاحق ہو جاتی ہے لہذا اس کے رفع کے لئے بھی دو رکعات تنہا ادا کرنا سنت ہو گا (مختصر اُت)

جہالت ۲۰ : اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحبِ اشیاء کا مطلب وہ ٹھہرایا کہ طاعون میں قنوت کی تصریح کہیں نہیں میں حکم نہیں کر سکتا " اور عبارت یہ نقل کی کہ یقیناً للطاعون جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے " کیوں حضرت! کیا یہ حکم نہ ہوا، واقعی جو بزرگوار اپنا لکھا آپ نہ سمجھ سکے پورا معذور ہے یہ سر دست بینل جہالتیں ہیں، اور شروع کلام میں اوگٹ سے خامسا اور اس کے تنبیہ میں اول سے چارم تک جو سخت وجہ قاہرہ سے "ضروری سوال" کی بطلان جہالتیں ثابت کی گئیں انھیں شامل کیجئے تو یہاں تک ۲۹ جہالات شدیدہ بیان ہوئیں اب تیسویں جہالت سب سے بڑھ کر سخاہت ملاحظہ ہو۔ "ضروری سوال" کی ساری محنت و جانکا ہی اپنے اس ادعائے باطل کے اثبات کو تھی کہ فتنہ و غلبہ کفار کے سوا طاعون وغیرہ نوازل کی قنوت کذب باطل و بہتان بے ثبوت و گناہ و بدعت و ضلالت و فی النار ہے جو اسے ثابت مانے اس پر حکم تعمیل تو بہ واستغفار ہے ساڑھے پانچ ورق کی تحریر میں دس صفحے اسی مضمون میں سیاہ کئے یہ سب کچھ لکھ لکھا کر اب چلتے وقت حاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا "ف زمانہ طاعون میں نماز پڑھنے کی ترکیب" اور متن میں لکھا "هذه الكيفية لصلوة الطاعون دية نماز طاعون کا طریقہ ہے۔ ت) پہلے دل میں نیت کر کے زبان سے کہے نیت ان اصل للہ تعالیٰ رکعتیں صلوة النفل لدفع الطاعون متوجھا الی جهة الكعبة الشریفة اللہ اکبر آمین اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دفع طاعون کی خاطر دو رکعات ادا کرتا ہوں اس حال میں کہ میں کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ ت) پھر دوسری رکعت کے آخر کو کھٹ میں جو قنوت ماثور ہو پڑھے کہ مشکل ہو اور طاعون کے اور اگر ایسی قنوت اس کو یاد ہی نہ ہو تو سبنا آتافی الدنیا حسنة وقنار بنسا عذاب النار پڑھے یہ آیہ وافی ہر جامع جمیع ادعیہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے ارادے سب جانتا ہے چلتے وہ اگلا پھلا لکھا لکھا یا بھولنا درکنار یہی یاد نہ رہا کہ "ضروری سوال" کی تحریر کس غرض کے لئے تھی کس بات کا دعویٰ کا ہے سے انکار تھا "اپنے زعم میں جنت کا راستہ کیا طریق بنا رہا تھا خود ہی کذب و بہتان بنانے لگے ضلالت و فی النار کی ترکیبیں بنانے لگے، یارب مگر اسے اختلالِ حواس کے سوا کیا کئے، ظرفیہ کہ اوپر سوال قائم کیا تھا "بارادہ دفع طاعون یا و با کون سی قنوت ہے" اور جواب دیا تھا "کہیں پتا نہیں" اب حکم ہوتا ہے کہ قنوت ماثورہ پڑھے کہ مشکل ہو اور طاعون کے "اب خدا جانے کہاں سے اُس کا پتا لگ گیا۔ تصحیف اغلاط یعنی عبارت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ، یوں تو زیادت و نقص و تبدیل ہر قسم کی خطا اس "ضروری سوال" میں موجود ہے ہیں

علیہ یہ ترکیب بھی نئی ہے قنوت میں علما مختلف ہیں کہ قبل رکوع ہے یا بعد آپ فرماتے ہیں خود رکوع میں پڑھے ۱۲ (م)
علیہ تحریر زید میں یونہی ہے جیسے کھریوں میں پنچ کو پنچ مقبولہ لکھتے ہیں ۱۲ (م)

”قنار بنا عذاب النار“ کو آیت بنا دیا حالانکہ قرآن عظیم میں قنار کے بعد لفظ سربنا کہیں نہیں، من اشد النوازل سے من اڑا کر طاعون کو اشد النوازل، کہا اور اپنے ہی پاؤں پر تیشہ مارا، عبارت اشباہ میں سبعین کو تسعین بنایا مگر زیادہ اظہار علم کو تصحیفین یہ ہیں شیبان بن فروخ کو اصل عبارت سند اور ترجمہ دونوں میں شیبان بن فروخ لکھا یہ نام صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں خدا جانے کتنی جگہ آیا ہے اگر یہ کتابیں برسی ہوتیں تو ایسی غلطی شائد نہ ہوتی اللہم اشد و طأ تك على مضرد و جگہ آیا دونوں جگہ و طأ تك بہم و بجائے تا بنایا، اور قبیلہ قارہ کو کہ یہ لفظ بھی دو جگہ وارد ہوا تھا دونوں جگہ صاف قارہ بحرف فا بجائے قاف تحریر کیا اور سب میں اخیر کا لطیفہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مناجات مروی ہے :

اللهم لا قابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا هادئ لما مضت ولا مضئ لما هديت ، ولا معطي لما منعت و لا مانع لما اعطيت ، ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما اقربت ۔
اے اللہ! جس چیز کو تو نے کشادہ کیا اسے کوئی سیٹھنے والا نہیں، اور جسے تو نے بند کر دیا اسے کوئی کھولنے والا نہیں، اور جس کو تو نے ہدایت دی اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو تو نے گمراہ کیا اسے کوئی ہدایت دینے والا کوئی نہیں، اور جو تو نے عطا کیا اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو تو نے روک لیا اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں، اور جس کو تو نے دُور کر دیا اس کو قریب کرنے والا کوئی نہیں، جس کو تو نے قریب کیا اسے دُور کرنے والا کوئی نہیں۔ (ت)

آپ اُسے لکھتے ہیں اللہم لا قابض لما بسطت و یا باسط لما قبضت ۔ اہل علم کی غلطی اس طرح کی نہیں ہوتی، اتنا بھی نہ سمجھا کہ یوں ہوتا تو یا قابض لما بسطت و یا باسط لما قبضت نصب کے ساتھ ہوتا نہ بالضم کہ بوجہ حصول معمول کلمہ شبہہ مضاف ہو کہ مفرد نہ رہا اور نصب واجب ہوا کقولک یا طالعا جبلا و یا خیرا من خیرید اور یہ جو حدیث نقل کی جس میں یہ مناجات مذکور ہوئی

عَلَّہ یعنی چوڑا ۱۲ (م) عَلَّہ یعنی نشیب ۱۲ (م) عَلَّہ یعنی چوڑا ۱۲ (م)

۱۔ مسند الامام احمد بن حنبل حدیث عبد اللہ الزرقی
۲۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۲۲۴
۳۔ در منثور تحت آیت ولكن الله حبب اليكم الايمان مطبوعہ منشورات مکتبۃ آية اللہ العظمیٰ قم ایران ۶/۸۹
۴۔ کنز العمال غزوة أحد حدیث ۳۰۰۴ مطبوعہ موسستہ الرسالہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱/۴۳۳

اقول والاول عندی اولی لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلم سالما اللہ وغفار غفر اللہ لہا اما واللہ ما انا قلتہ ولكن اللہ قال رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ واحمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن سلمۃ بن الاکوع وابوبکر بن ابی شیبۃ عن خفاف بن ایماء الغفاری وابویعلی الموصلی عن ابی ہرزہ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اقول میرے نزدیک پہلا احتمال اولیٰ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اسلم سے اللہ تعالیٰ نے مصالحت فرمائی اور غفار کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی، خبردار! خدا کی قسم میں نے یہ بات خود نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ اس کو امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں اور امام حاکم نے سلم بن اکوع اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے خفاف ابن ایماہ غفاری سے اور ابویعلیٰ موصلی نے ابو ہرزہ سلمی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔

مصنف "ضروری سوال" نے اپنی نادانی سے غفار واسلم کو ولید پر معطوف اور انج کے نیچے داخل سمجھا گویا یہ قبائل انصار بھی تھے ولید و سلم و عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دستِ گفاری میں گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لئے دعا فرمائی جاتی تھی حالانکہ یہ حدیث اس حدیث سے جدا ہے صحیح بخاری شریف صفۃ الصلوٰۃ میں بے ذکر غفار واسلم صرف حدیث اول روایت فرمائی اور استسقا میں کراسے اس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتا دیا

جہاں فرمایا، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری رکعت سے سر اٹھاتے تو یہ کہتے اے اللہ! نجات دے عیاش بن ابی ریمہ کو، اے اللہ! نجات دے سلمہ بن ہشام کو، اے اللہ! نجات دے ولید بن ولید کو، اے اللہ! نجات دے مومنین میں سے ضعیفوں کو، اے اللہ! تو اپنی سخت گرفت فرما مضر پر، اے

حیث قال عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا رفع رأسہ من الرکۃ الاخوة یقول اللہم انج عیاش بن ابی ربیعۃ اللہم انج سلمۃ بن ہشام اللہم انج الولید بن الولید اللہم انج المستضعفین من المؤمنین اللہم اشد دوطا تک علی مضر

اللهم اجعلها سنين كسني يوسف وان
النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم قال غفار غفر الله لها
واسلمو سالها الله تعالى -

اللہ! ان پر قحط مسلط فرما جس طرح یوسف علیہ السلام
کے زمانے میں قحط ہوا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا: غفار کے لئے اللہ تعالیٰ نے
مغفرت فرمائی ہے اور اسلم سے اللہ تعالیٰ نے صلح
فرمائی ہے۔ (ت)

فتح الباری و عمدة القاری و ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں ہے:

قوله وان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الخ
حديث اخر وهو عند (البخاري) بالاسناد
المذكور كانه سمعه هكذا فاوردته كما سمعه
نراد العيني وقد اخرج احمد كما اخرج
البخاري

قوله ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الخ
یہ دوسری حدیث ہے اور یہ بخاری کے ہاں مذکورہ سند
سے ہی مروی ہے، گویا انھوں نے اسی طرح سن کر شامل
کر لیا۔ اور عینی نے یہ بات زیادہ لکھی کہ اس کو امام احمد
نے بھی تخریج کیا جس طرح اس کو امام بخاری نے تخریج کیا۔

فری ہوش نے یہ بھی نہ دیکھا کہ روایت میں غفار و اسلم کے ناموں پر تفسیر ہے کہ غفار غفر اللہ تعالیٰ کے لئے اور اسلم اسلم اللہ تعالیٰ کے لئے۔
روایت "ضروری سوال" میں واقعہ بہر معنی بطور خود ذکر کیا جسے بے اصل اغلاط سے بھر دیا، خلاصہ عبارت
یہ ہے ایک عام بیٹا مالک کا دو گھوڑے دو اونٹ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بدر لایا حضور نے فرمایا
ہم کافر کا بدر قبول نہیں کرتے وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور بولا اے حبیب خدا! میرے پیچھے ایک قوم
ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو امید کرو وہ سب مسلمان ہو جائیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستر یا چالیس
جوان انصار سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے عامر کے ہمراہ کر دئے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہو لیا ان

عن سب انصاری نہ تھے بعض مہاجر تھے نہیں میں ہے، کان اکثرهم من الانصار و اربعة من المهاجرين
(ان میں اکثر انصار تھے اور چار مہاجرین۔ ت)

لہ صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب دعاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ مطبوعہ قومی کتب خانہ کراچی ۱۳۶/۱
لہ عمدة القاری شرح بخاری " " " " مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۲۶/۲
فتح الباری " " " " " " دار المعرفہ بیروت ۴۱۰/۲
ارشاد الساری " " " " " " دار الکتاب العربیہ بیروت ۲۳۶/۲
تاریخ الخمیس سرية المنذر بن عمرو الى بئر معونة مطبوعہ مؤسستہ شعبان بیروت ۲۵۲/۱

پر مندر کو سردار کیا اور بنام عامر بن طفیل ایک خط لکھا کہ حوالہ مندر کے کر دیا، یہ صحابہ بڑے معتمد کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا، جب وہ خط عامر بن طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کر ڈالا، پھر اپنے تمام حلیفوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ اُن صحابہ کو قتل کر ڈالا اور مندر کو زندہ قید کر لیا، قطع نظر اس سے اُوکلا عامر بن مالک ابو براء نے "اے حبیبِ خدا" ہرگز نہ کہا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا۔

ثانیاً "ہمراہ ہویا" سے ظاہر یہ کہ بطور خود ساتھ ہویا حالانکہ حدیث میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلب سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رہبری کے لئے ہمراہ فرما دیا تھا۔

فقد اخرج الطبرانی من طریق عبد الله ابن لهيعة عن ابى الاسود عن عروة قال ثم بعث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المنذر بن عمرو والساعدي وبعث معه المطلب السلمي ليد لهم على الطريق الحديث ذكر في الاصابة في ترجمة المطلب

طبرانی نے اس کی تخریج عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے انہوں نے ابوالاسود انہوں نے عروہ سے روایت کیا، کہا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منذر بن عمرو الساعدی کو بھیجا اور ان کے ساتھ مطلب سلمیٰ کو بھی بھیجا تاکہ ان کو راستہ بتا دے، الحدیث اس کے اصحاب میں مطلب کے عنوان کے تحت ذکر کیا۔ (ت)

ثالثاً فرمانِ اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ رؤسائے نجد و بنی عامر کے نام تھا، نجیس میں ہے، و کتب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مدارج میں ہے: اکثر ایشاں انصار بودند و بعضی از مهاجران (ان میں اکثر انصاری تھے اور کچھ مہاجر تھے۔ ت) نیز نجیس میں ہے،

لم يكن القراء المذكورون كلهم من الانصار بل كان بعضهم من المهاجرين مثل عامر بن فهيرة مولى ابى بكر الصديق و نافع بن عبد بن ورقاء الخراعي وغيرهم رضي الله تعالى عنهم

مذکور تمام قراء انصار نہ تھے بلکہ کچھ مہاجر بھی تھے، جیسا کہ عامر بن قہیرہ مولیٰ ابوبکر الصدیق اور نافع بن عبد بن ورقاء الخراعی وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم مہاجر تھے۔ (ت)

له الاصابة في تميز الصحابة بحوالہ الطبرانی ترجمہ عبد المطلب سلمی ۸۰۲۹ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲۲۵/۲

مدارج النبوة سیرہ بڑے معتمد مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھ ۱۳۳/۲

تاریخ الخنيس سیرۃ المنذر الی بڑے معتمد موسسۃ شعبان بیروت ۳۵۲/۱

کتابا فی دؤساء نجد و بنی عامر (اور آپ نے نجد کے رئیسوں اور بنی عامر کے نام خط لکھا۔ ت) مدارج میں ہے، مکتوبے برو سائے نجد و بنی عامر نوشت۔

سابعاً حافظ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی کیا خصوصیت؟ انہیں قرآن نام رکھنے کی یہ وجہ نہیں ہو سکتی اور اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن عظیم اُس وقت اترادہ سب اُن سب کو یاد تھا تو اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ انہیں قرآن رکھنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس و تلاوت قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے۔ صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: یتدارسون القرآن باللیل ویصلون (رات کو قرآن اور نماز پڑھتے۔ ت) عمدة القاری کتاب الجہاد باب العون بالمہدی ہے: سمواہ لکثرة قراءتہم (قرار اس لئے انہیں کہا گیا کہ کثرت سے قرآن پاک پڑھتے تھے۔ ت)

خاصاً عامر بن طفیل کے خاص اپنے قبیلہ بنی عامر نے ہرگز ملک نہ دی بلکہ صاف انکار کر دیا کہ تیرا چچا عامر بن مالک انہیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اس کا ذمہ ہرگز نہ توڑیں گے۔ مواہب لدنیہ میں ہے، استصبرخ علیہم بنی عامر فلو یجیبوہ، وقالوا لن نخفہ ابابراء، وقد عقد لہم عقداً وجواراً۔ عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنو عامر قبیلہ کو مدد کے لئے آواز دی اس انہوں نے مدد سے انکار کیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا ہم تیرے چچا ابوبراء کا معاہدہ نہیں توڑیں گے کیونکہ اس نے ان مسلمانوں کو پناہ دینے کا معاہدہ کر رکھا ہے۔ (ت)

۴۵۲/۱	مطبوعہ موسستہ شعبان بیروت	سریتہ المنذر بن عمرو الی بئر معونہ	۱۵ تاریخ النخیس
۱۴۲/۲	نورید رضویہ سکھر	سریتہ بئر معونہ	۱۶ مدارج النبوة
۲۳۱/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الجہاد	۱۷ صحیح بخاری
۵۸۲/۲	" " "	کتاب المغازی	۱۸ صحیح بخاری
۲۷۰ و ۲۳۵/۳	دار الفکر بیروت	از مسند انس رضی اللہ عنہ	۱۹ مسند احمد بن حنبل
۷۵/۲	دار المعرفہ بیروت	سریتہ بئر معونہ	۲۰ شرح الزرقانی علی المواہب
۳۱۰/۱۴	ادارۃ الطباعة النیرتہ بیروت	باب العون بالمہدی	۲۱ عمدة القاری شرح بخاری
۴۲۶/۱	المکتب الاسلامی بیروت	سریتہ بئر معونہ	۲۲ مواہب لدنیہ
ف: صحیح بخاری میں یہ حدیث دو جگہوں پر منقول ہے اس میں یتدارسون کی جگہ یحیطون کا لفظ ہے البتہ بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث شرح الزرقانی میں موجود ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔ نیز راجد سعیدی			

سیرت ابن ہشام میں ہے :

استصوخ علیہم بنی عامر فابوا ان یجیبوہ الی
مادعائہم الیہ وقالوا لن نخضر الی آخر
ما صدر۔

خمیس میں ہے :

استصوخ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین
فامتنعوا وقالوا لا نخضر ذمۃ اخی براء
عملک الخ

عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنو عامر کو اپنی مدد
کے لئے پکارا تو انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار
کر دیا اور کہا کہ ہم تیرے چچا کا معاہدہ نہیں توڑیں گے الخ (ت)

عامر بن طفیل نے بنو عامر کو مسلمانوں کے خلاف کارروائی
کے لئے آواز دی تو انہوں نے انکار کیا اور کہا تیرے
چچا ابوبراء کے ذمہ کو نہیں توڑیں گے الخ (ت)

مدارج میں ہے : تمامہ بنی عامر از جنگ مسلمانان ابا اور دندل تمام بنو عامر نے مسلمانوں سے جنگ کرنے
سے انکار کر دیا۔ (ت)

سادسا عامر بن طفیل کا حامل فرمان اقدس حرام بن طحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنا بھی خلاف تحقیق
ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو اسلام لے آیا گوارا الطبرانی عن ثابت البنانی عن انس بن
مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو طبرانی نے ثابت بنانی سے انہوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ (ت)
اور عدو اللہ عامر بن طفیل کفر پر امر کا کافی صحیح البخاری عن اسحق بن ابی طلحہ عن انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ (جیسا کہ صحیح بخاری میں اسحق بن ابی طلحہ سے انہوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ (ت)
صحیح بخاری شریف میں ہے :

جعل یحد ثبہم فاو ما والی سرجل فاناہ من
خلقہ قطعہ۔

یعنی حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کافروں کو پیام اقدس
پہنچاتے اور ان سے باتیں فرما رہے تھے کہ انہوں نے
کسی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ (ت)

۱۸۵/۳	مطبوعہ دار الفکر بیروت	سریہ بزمعونہ	۱۸۵/۳	سیرت ابن ہشام
۲۵۲/۱	موسسة شبان بیروت	سریہ المنذر الی بزمعونہ	۲۵۲/۱	تاریخ الخفیس
۱۲۴/۲	فوریر رضویہ سکھر	سریہ بزمعونہ	۱۲۴/۲	مدارج النبوة
۵۸۶/۲	قدیمی کتب خانہ کراچی	غزوة الرجیع وعل و ذکوان الخ	۵۸۶/۲	صحیح بخاری
۳۹۱/۸	مصطفی البابا مصر	فتح الباری شرح البخاری	۳۹۱/۸	فتح الباری شرح البخاری

الاکعب بن زید اخا بن دینار بن النجار
فانهم تركوه وبه رمق فارتث من بين القتل
فعاث حق قتل يوم البخندق شهيدا يرحم
الله

کعب بن زید، دینار بن نجار کے بھائی کو زخمی حالت میں
چھوڑ دیا اور لاشوں میں سے وہ زندہ رہے اور بعد
میں وہ اپنی زندگی میں جنگ خندق میں شریک ہوئے
اور وہاں وہ شہید ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ (ت)

مواہب میں ہے: قتلوا الی اخرهم الاکعب بن زید الخ (انہوں نے سب کو شہید کر دیا صرف
کعب بن زید زندہ بچے الخ۔ ت) نہیں میں ہے: قتلوا من عند اخرهم الاکعب بن زید الخ (انہوں نے
کعب بن زید کے علاوہ سب کو موقع پر شہید کر دیا الخ۔ ت) خود حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے خبر دی:

ان اخوانکولقوا المشرکین فاقطعوهم فلم
یبق منهم احد وانهم قالوا ربنا بلغ قومنا
انا قد رضینا ورضی عنا ربنا فانارسلهم
الیک وقد رضوا ورضی عنهم رواه الحاکم
عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
راضی ہوا، حضور علیہ السلام نے فرمایا میں ان کا پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں کہ وہ بھی اور اللہ بھی راضی ہوا۔ اس کو
حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

قریب دہی عوام جہالت و غلط کثرت کے ساتھ قریب دہی عوام بھی "ضروری سوالی" میں ضرور ہے،
قریب ۱: حدیث مذکور ابن جہان ذکر کی جو صراحتہ مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح
میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا ضرر کی دعا فرمائی ہوتی تو مصنف "ضروری سوالی" نے اس کا ترجمہ
لکھ کر معاً جوڑ لگا دیا "یعنی سو اس کے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے
تھے" جس سے عوام سمجھیں حدیث میں کسی خاص مصیبت کا ذکر ہے اسی کے لئے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے

۱۸۵/۲	مطبوعہ دار الفکر بیروت	سریرہ بر معونہ	لہ سیرت ابن ہشام
۴۲۶/۱	"المکتب الاسلامی بیروت	"	لہ مواہب لدنیہ
۴۵۲/۱	"مؤسسۃ شعبان بیروت	"	لہ تاریخ النخیس
۱۱۱/۲	مطبوعہ دار الفکر بیروت	الخ قول الشہداء ینابغ الخ	لہ المستدرک علی الصحیحین کتاب الجہاد

باقی بے ثبوت، اس مغالطے سے جو فائدہ اٹھانا چاہا اسے یہیں ظاہر بھی کر دیا کہ ”اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نماز فجر میں نصرت چاہئے طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں“ حالانکہ ہر الجحد خواں عربی بتا سکتا ہے یہ محض دھوکا دیا ہے حدیث میں اصلاً کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے غیر پر نفی قنوت ہو۔

قریب ۲: قنوت نازلہ خود بھی تو غیر مفسوخ مانی ہے اگرچہ خاص ایک نازلے میں۔ اب جو اس پر سند پیش کرتی ہوئی تو علامہ طحاوی و علامہ شامی و محقق سامی بحر طامی صاحب اشباہ نامی کا دامن پکڑا کہ ”چنانچہ حاشیہ در مختار طحاوی و شامی و اشباہ والنظائر وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے“ حالانکہ اوپر واضح ہو چکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تعمیم نوازل بلکہ خاص طاعون ہی کے لئے قنوت ثابت کرتے ہیں جس کے سبب معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک کذب و بہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پورے طور نقل نہ کرنا درکنار جو عبارت اُن کے نام سے نقل کی اُس میں دو کارروائیاں کیں ایک یہ کہ خود اُن کے ترجمہ کلام میں وہ الفاظ ملا دئے جو اپنے ساختہ مذہب کے مطابق تھے، دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اس کلام سے ملا دی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کر دیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کرام کا ہے، وہ نقل و ترجمہ مخلصانہ ہے، ”وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ

وقد قننت ابو بکر الصديق وعيسى وعلی ومعه
فالقنوت في النافلة ثابت فافهم واغتم
قلت والسراد بالنائلة هناك هو الذي
مذكور في الاحاديث ولا يقاس على
غيره والله اعلم۔

ترجمہ اور فقر قنوت پر بھی ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت علی اور حضرت معویہ نے پس قنوت بیچ واقع ہونے سختی افزہ اور فساد اور غلبہ کفار اشرار کے ثابت ہے سو سمجھ اور غنیمت جان، اب کہتا ہوں میں کہ مراد نازلہ سے اس جگہ وہی نازلہ مراد ہے جو مذکور ہوا ہے

حدیثوں میں، اور نہیں خیال کیا جاوے گا اور پر غیر اُس نازلہ کے اعنی ہر ایک نازلہ نہیں۔“

ترجمہ اصل میں فقہ و فساد و غلبہ کفار اشرار، لفظ بڑھادے کہ نوسے بے علم کہیں دیکھو جو بات مولوی صاحب نے کہی تھی وہی ان کتابوں میں لکھی ہے ورنہ اصل عبارت علماء میں نہ ان لفظوں کا اصلاً پتا نہ اُس غرض فاسد کے سوا ترجمہ میں اس پیوند کا کوئی منشا، پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی گھر گھر عبارت سے ملا دی اور اس کا ترجمہ اردو کیا کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت انہی علمائے فرمایا ہے

عہ اس خوبی علم کو دیکھئے کہنا یہ مقصود ہے کہ لایقاس علیہ غیوہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جائیگا اور کہنا یہ کہ لایقاس علی غیوہ نہ قیاس کیا جائیگا اور پر غیر اس نازلہ کے۔ (م)

میں اس کا وجود مفقود بلکہ بالتصریح اُس میں قنوت کا حکم دینا موجود اسے کس درجہ کی تحریف و بددیانتی و مناظرہ و فریب دہی کہا چاہئے والعیاذ باللہ سب العلمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مخالفتِ توبہ نامہ خود اس ضروری سوال سے بھی پسِ ادا اُس میں اپنے طرفداروں کے ایک رسالے کی نسبت لکھا تھا کہ "اُس میں ساداتِ کرام و علمائے عظام کی شان و عظمت کے خلاف الفاظِ رکیکہ برتے گئے ہیں واقعی یہ کمالِ درجے کی بے ادبی میرے طرفداروں سے تو گویا مجھی سے ہوتی میں اللہ اُن کل حضراتِ بابرکات سے معافی چاہتا ہوں خواہ حضراتِ سادات و علماء اہلِ سورت خواہ اہلِ بمبئی خواہ آفاقی" وہاں تو آج کل کے علما کو جو آپ کے طرفداروں نے کچھ الفاظِ رکیکہ لکھے اُس سے معافی چاہی اور ضروری سوال میں خود آپ اکابرِ سابقین علمائے عظام و فقہائے کرام و ساداتِ فخام مثل امامِ نوری و امامِ ابنِ حجر و امامِ طہی و علامہ ابنِ ملک و محققِ زینِ العابدین ابنِ نجیم و مولانا علی قاری مکی و سید علامہ شامی و امثالہم کو معاذ اللہ کذب و بہتان کی طرف نسبت فرما رہے ہیں شاید یہ الفاظ رکیکہ نہ ہوں گے۔

ثانیاً اُس میں لکھا تھا "واللہ باللہ میں مذاہبِ اربعہ حقہ کو سچے دل سے حق جانتا ہوں" یہاں صراحتہً قنوتِ فجر کو کہ مذہبِ امامِ مالک و امامِ شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے بے بحث و ضالمت و فی النار بتایا ادھر قنوتِ طاعون و وبا کو کذب و بہتان قرار دیا ہے قطعاً غلط ہے نیز ائمہ اربعہ کے یہاں اُس کی صریح تصریحیں موجود اور امامِ ابنِ حجر علی نے خود امامِ شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیانِ مذہب میں اُسے ذکر فرمایا۔

ثالثاً اُسی میں لکھا تھا "جمہورِ علماء کا اتباع اختیار کیا اولیائے کرام نذر و نیاز عرفی میں جبکہ فقہائے کرام نے تصفیہ کر دیا ہے اور مستحسن کر رکھا ہے تو ہم انہی کی پیروی کریں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن بندہ اپنے پرانے خیالات سے باز آکر اولیاء کی نذر و نیاز عرفی جو فی زمانہ خاصا عوام میں مروج ہے کہ اس کو مستحسن جانتا ہوں سوائے اس کے میری تصانیف میں جو بات خلاف اقوالِ جمہورِ علماء ہو اُس کو واپس لیتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ علمائے کرام کے مخالف کوئی مسئلہ نہیں کہوں گا" اور یہاں نہ ظاہر ارشادِ جمیع متون پر اقتصار لیانہ طریقہ مصرحہ جمہورِ شارحین اختیار کیا سب کے مخالف مسئلہ لکھ دیا یہ ضروری سوال کی مخالفتیں تھیں۔

رابعاً شرائطِ بحث میں تو صراحتہً اُس توبہ کو توڑ دیا نذر و نیاز عرفی اولیائے کرام قدستِ اسرار ہم جو فی زمانہ مروج ہے ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں اس پر کوئی نزاع قائم نہ ہوئی نہ اس کا کوئی تصفیہ اُس وقت کے فقہائے کرام نے کیا تو لا جرم توبہ نامے میں جمہورِ علمائے متاخرین ہی کی پیروی کو نکھا اذ ان کی مخالفت کا عہد کیا تھا اب شرائطِ ثلثہ کی بحث میں قرونِ ثلثہ کے متاخرین متقیدین سب کو بالائے طاق رکھ کر صاف لکھ دیا کہ سندِ دین میں اصول و فروع مسائل میں زمانہ خیر القرون کی ہونی چاہئے یعنی صحابہ و تابعین

تبع تابعین اور اُس پر عمل بھی جاری ہوا ہوئے وہاں بیت پیدا ہونے کو اولاً و ثانیاً ضروری سوال ہی کی وہ
تقریریں کہ یہ ارشاد فقہاء کذب و بہتان ہے اور وہ مذہب ائمہ بدعت و ضلالت و فی النار ہے کافی تھیں۔

مثلاً مگر شرائط بحث میں تو صاف صاف وہی معمولی تقریر وہاں یہ کہ قرونِ ثلثہ کی سند معتبر ہے باقی سب
باطل مراحۃ لکھ دی اور اس کے ساتھ اور تنگی بڑھادی کہ صحابہ و تابعین کی سند بھی مقبول نہیں جب تک اُس پر
عمل نہ جاری ہوا ہو یہ باتیں ضرور وہاں بیت کی ہیں۔

رابعاً اور شرط لگائی کہ ”کوئی مسئلہ کسی کتاب میں بے سند لکھا ہو وہ بغیر اسناد کے تسلیم نہ کیا جائے گا“
ہر شخص جانتا ہے کہ کتب فقہیہ متون و شروح و فتاویٰ کسی میں ذکر اسناد نہیں ہوتا تو اس شرط میں صاف بتا دیا کہ
کتب فقہ مہمل و ناقابلِ عمل ہیں اُن کا مسئلہ تسلیم نہ کیا جائے گا یہ اول نمبر کی وہاں بیت غیر مقلدی ہے ان وجوہ
سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اپنی قدیم وہاں بیت پر باقی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

بالجملہ ان تمام بیانات جلیلہ سے واضح ہوا کہ ضروری سوال کی تحریر ہمارے علمائے کرام کے خلاف
ہے وہ سراسر غلطیوں سے بھری ہے جو اسے صحیح و درست بتائے سخت جاہل و نا فہم ہے ضروری سوال کا مصنف
علمِ دین سے بہرہ نہیں رکھتا وہ عبارت سمجھ سکتا ہے نہ ترجمہ کی لیاقت رکھتا ہے پھر مطلب سمجھتا تو بڑا اور جبر ہے
وہ خود اپنا لکھا نہیں سمجھتا نہ فاضل و نہ ضعیف نیز کرتا ہے اور اس کے ساتھ کلمات علماء کو بدلنا، گھٹانا، بڑھانا، مبالغہ
عوام کو کچھ کچھ مطلب بنانا، علما وہ ہے ایسا بے علم و کج فہم سرگزشتی دین کی قابلیت نہیں رکھتا نہ اُس کے فتویٰ پر اعتماد
ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اتخذ الناس رؤسا جھالا فسلوا فاستوا
بغیر علم فضلوا و اضلوا
لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے ان سے مسئلے پوچھے
جائیں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے آپ بھی
گمراہ ہوں گے اور لوگ کو بھی گمراہ بتائیں گے۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کرے گا گمراہ ہو جائے گا نیز اُس کے اقوال و
کلمات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ارشاداتِ علماء کو کذب و بہتان بتاتا
اور مذہبِ اہل حق کو ضلالت و فی النار بتاتا اور تمام کتب فقہ کو مہمل و بیجا رکھتا ہے اس نے اپنی تو بہ توڑی
اور قدیمی وہاں بیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس کی صحبت سے احتراز چاہئے کہ حکمِ صحیح گمراہی میں پڑنے کا

۱/۲۰ کتاب العلم باب کیف یقبض العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲/۳۴ باب رفع العلم وقبضہ نور محمد اصح المطابع کراچی

اندیشہ ہے ایسی حالت میں جو اس کی اعانت کرے مگر ابھی کی بنیاد قائم کرتا ہے یاں اگر وہ پھر از سر نو ان تمام حرکات سے تائب ہو اور ایک زمانہ تمتد گزرے جس میں اس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی توبہ دوم کا برخلاف توبہ اول سچا ہونا ظاہر ہو تو اس وقت اس سے تعرض نہ کیا جائے گا مگر اس کے فتوے پر اعتماد پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر سے اس کا جہل ذائل ہو کر عالم نہ ہو جائے گا لاکھوں عوام شتی المذہب بکھلائے ایسے ہیں جن سے تمام عمر میں کبھی کوئی بات بد مذہبی یا گستاخی شان ائمہ و فقہار و کتب فقہیہ کی صادر ہی نہ ہوئی مگر جبکہ وہ بے علم ہیں مفتی نہیں بن سکتے۔ اللہ عز وجل خذلان سے بچائے اور بظیف غاکپائے بسندگان بارگاہ بیکس پناہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توفیق علم و عمل عطا فرمائے آمین آمین آمین والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و آلہ و صحبہ اجمعین آمین۔

واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ و جل مجدہ
اتم و احکم کتبہ محمدؐ المعروف
بحامد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدؐ النبی
الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم۔

اور اللہ تعالیٰ پاک و بلند زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم اتم اور زیادہ محکم ہے۔ اس کو کھیا محمد المعروف حامد رضا بریلوی نے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پیارے امتی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے وسیلہ سے معاف فرمائے۔ (ت)

فی الواقع یہ تفصیل کہ قنوت نازلہ جائز ہے مگر اس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص، باقی اس میں ناجائز ہمارے ائمہ کرام کا مذہب نہیں مصنف ضروری سوال کی تحریروں سے اس کی جہالت و بطالت صاف ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مفتی بنانا حلال نہیں، نہ اس کے فتوے پر اعتماد جائز، مجیب سلمہ القریب المجیب نے جو امور بالجملہ میں لکھے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل میں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہئے کہ باذنہ تعالیٰ حضرت دینی سے محفوظ رہیں،

و باللہ العصمۃ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
کتبہ عبدۃ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدؐ المصطفیٰ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اللہ کی رحمت سے ہی حفاظت ہے اور اللہ تعالیٰ سبحانہ زیادہ علم والا ہے۔ اس کو گنہگار بندے احمد رضا بریلوی نے لکھا اسے حضرت محمد مصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے معافی ہو۔

۱۰۹۶ھ از رنگون کلی نمبر ۲۵، دکان نمبر ۴۵ مسئولہ حافظ محمد یوسف صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ ہمارے سنی حنفی عالم لوگ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دو تین روزے فجر کے فرض دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمد ۵ کے بعد یا تمنا اٹھا کر قنوت پڑھتا ہے یعنی

سلطان کے واسطے دعا مانگتا ہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارا مذہب حنفی ہے یہ امام صاحب کیسے ہیں اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ لا یقنت فی غیرہ غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے، مگر محققین شراح نے باتباع امام طحاوی وقت نازلہ وحدوث بلائے عام نماز فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بنا پر اس عالم کے پیچھے نماز میں کچھ عرج ہو جبکہ وہ واقع میں سنی المذہب صحیح العقیدہ ہے، اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ بدین ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز محض کماحققنا فی النہی الاکید عن الصلوۃ وسواء عدی التقليد (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "النہی الاکید عن الصلوۃ وراء التقليد" میں تحقیق کی ہے۔ ت) درمختار میں ہے، لا یقنت لغیرہ الا لئلا نزلہ (صرف مصیبت میں قنوت نازلہ پڑھے۔ ت) غنیہ میں ہے: ہو مذہبنا وعلیہ الجمہور (یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ ت) ردالمحتار میں کلام امام طحاوی نقل کر کے فرمایا،

هو صریح فی ان قنوت النازلۃ عندئذ
مختص بصلوۃ الفجر دون غیرها من الصلوۃ
الجبہریۃ والسریۃ۔
یہ اس بات کی راحت ہے کہ قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز
مختص ہے۔ (ت) میں نہیں۔

امام کو چاہئے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعا ہی میں پڑھیں، ہاں اگر امام قنوت باواز پڑھے تو مقتدی آمین کہیں مگر باواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہہ کر با آمین نماز میں مکروہ ہے، پھر علماء کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد ہو یا پہلے، اور تحقیق یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہئے۔ ردالمحتار میں ہے :

هل المقتدی مثله ام لا وهل
القنوت قبل الركوع
کیا قنوت نازلہ پڑھنے میں مقتدی بھی امام کی طرح
پڑھے یا نہیں، اور کیا قنوت رکوع سے قبل پڑھی جائے

۴۱/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الوتر والنوافل	۱۰۰۰
۹۲/۱	مطبوعہ مجتہائی دہلی	" " "	۱۰۰۰
۴۲۰ ص	سہیل اکیڈمی لاہور	۱۰۰۰ شرح غنیۃ لمصلی صلوۃ الوتر	۱۰۰۰
۴۹۶/۱	مصطفیٰ البابا مصر	باب الوتر والنوافل	۱۰۰۰

او بعدہ لم اسره والذی یظہر فی ان المقندی
یتابع امامہ الا اذا جہر فی وقتہ وانہ یقنت
بعد الرکوع ثم ایت الشربلا فی مراقی
الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظہر الحموی
انہ قبلہ والاظہر ما قلناه واللہ تعالیٰ اعلم
اقول بل الا حق بالقبول ما قال السید
الحموی لقول الفتح ولما ترجع ذلك
خروج ما بعد الرکوع من کونہ محلاً للقنوت او
وقال ایضاً وهذا تحقیق خروج القنوت
عن المحلیۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بحسب
یقنت فی الوتر بعد الرکوع فانه یتابعہ اتفاقاً
او واللہ تعالیٰ اعلم۔

یا بعد میں، مجھے یہ تفصیل نظر نہیں آتی، مگر مجھے معلوم
ہوتا ہے کہ مقتدی امام کی اتباع کرے لیکن جب
امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو مقتدی کو چاہئے
کہ وہ آمین کہے، اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے اس
کے بعد مجھے شربلائی کا قول مراقی الفلاح میں ملا جس
میں انہوں نے رکوع کے بعد کی تصریح کی ہے اور حموی
نے رکوع سے قبل کو ظاہر قرار دیا لیکن زیادہ واضح
یہی ہے جو میں نے کہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقول — بلکہ حموی کا قول زیادہ مقبول ہو
کیونکہ فتح القیصر کا قول یہ ہے کہ جب رکوع سے قبل
کو ترجیح ہے تو رکوع کے بعد قنوت کا محل نہ رہا، اور
اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ تو رکلیۃ قنوت کی محلیت ہے

باہر ہے تحقیق یہی ہے، یاں اگر کوئی ایسے امام کی اقتداء کریں ہے جو رکوع کے بعد قنوت پڑھے تو نمازی کو چاہئے
کہ وہ اس امام کی اتباع کرے اس میں اتفاق ہے اور واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ ۱۰۹ از کراچی گاڑی حاطہ مولیٰ بن مہین محمد رام باغ مرسلہ نور احمد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ
کیا حنفی امام نماز فجر میں دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو باوازی بلند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے ولا یقنت فی
غیرہ (غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے۔ ت) مگر جب معاذ اللہ کوئی بلائے عام نازل ہو جیسے طاعون و وبا وغیرہ
تو امام اجل طحاوی و امام محقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے نماز فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے کما فصلناہ
فی فتاویٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۰۹ سائل مذکور الصدر

حنفی امام بسبح اللہ و آمین آہستہ حنفی طریقہ پر نہ پڑھے اور دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو شافعی

طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتدار جائز ہے یا نہیں؟ یہ تکفل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی جداگانہ حالتیں مثلاً کوئی رکوع میں کوئی قیام میں اور کوئی سجدہ میں تھا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

(۱) بے صورت نازلہ جو کوئی ایسا کرے گا موجب کراہت ہوگا اُسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اُس کی اقتدار نہ کریں۔

(۲) جس نے امام سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہو لیا اور پھر امام کا اُس میں ساتھ نہ دیا مثلاً وہ متوجہ قنوت ہو اور یہ رکوع میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اس نے سر اٹھالیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوتی ورنہ ہوگئی اور اُس میں جو بد فہمی ہوئی اُس کا وبال امام کے سر پر، ائمہ دین نے توجہ وعیدیں میں سجدہ سہو معاف رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوگا بعض کو باعث وحشت ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ وہ بعد ختم نماز ہے نہ کہ عین وسط نماز میں، بے اطلاع مقتدیان ایسی ہی حرکت کسی قدر باعث فتنہ ہے **سأل الله العفو والعافية والله تعالى اعلم۔**

۱۰۹۹ھ انگریزی ہندو صندھ پارلر و کان سیٹ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبد اللہ ولد حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۶۹ھ

امام حنفی المذہب در وقت حدوث حادثہ و نازلہ طاعون و وبا در رکعت اخیر نماز فرض فجر دعا قنوت شفعویہ مع چند الفاظ دعائے عزیدہ افعی الوباء سردوز یا ہفت روز خواند آیا در صورت این فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہ است یا نہ و اگر کسے ایں امام را باعث مرکب شدن فعل صدر و بانی وغیر مقلد خواست پس حکم او چیست۔

کسی حادثہ یا طاعون کی وبا وغیرہ کے پھیلنے کے موقع پر حنفی امام فجر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت مرویہ اور اس کے ساتھ چند مزید عربی الفاظ جو دافع بلاء کے لئے تین یا سات روز پڑھے تو کیا یہ فعل جمہور اصناف کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص امام کے مذکور عمل کی بنا پر امام کو وبا بی اور غیر مقلد کہہ دے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب

حنفی محققین مثلاً امام طحاوی، امام ابن ہمام وغیرہما بڑے حضرات نے مصیبت کے نزول پر قنوت نازلہ کے عمل کا اثبات کیا ہے، اور اس معاملہ میں وہابیت

قنوت در نازلہ محققین حنفیہ مثل امام طحاوی و امام ابن الہمام وغیرہما کبرائے اعلام اثبات کردہ اند عمل برویچ علاقہ بویا بیت

و غیر مقلدی نذر دوسرے کہ بایں طعنہ زندہ جاہل ست تفہیم
باید کرد آنجا کہ مجمع ہجو عوام باشد اقدام بایں کار نباید کرد
کہ باعث تنفیرو فتح باب غیبت نشود قال صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم بشر واولا تنفس واولا منع
فرمودہ اند کہ پیش جہال قرار نہائے کہ گوش او باو
آشنا نیست بخوانند تا منجر بقتلہ ایشان نشود اگر چہ
ہمہ قرار تھا یقیناً حق ست کما فی غنیۃ العلامة
ابراہیم الحلبی وغیرہا واللہ تعالی اعلم۔

اور غیر مقلدیت کا کوئی دخل نہیں، جو یہ طعنہ دے وہ
جاہل ہے اسے سمجھانا چاہئے، اور عوام کے مجمع میں
ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جو عوام میں نفرت پیدا
کریے اور غیبت بنے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے لئے نفرت کی بجائے خوشی
کا سامان بنو۔ اسی لئے ائمہ کرام نے ایسی قرارت
جو لوگوں میں معروف و مانوس نہیں ہے پڑھنے
سے منع فرمایا ہے تاکہ لوگوں میں شکوک و شبہات کا
فتنہ نہ بنے اگرچہ تمام قرارات برحق ہیں، جیسا کہ علامہ
ابراہیم حلبی کی غنیہ وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے واللہ تعالی اعلم۔

میں اللہ از مجتبیٰ ۳ مسئلہ محمد سعد اللہ گلی خطیب زکریا مسجد
۱۱۰۲ ما قولک وادفع لک فضلک (علمائے کرام اللہ تعالیٰ تمہارے فضل و کرم کو قائم و دوام فرمائے آپ کا
کیا ارشاد ہے۔ ت) نظر برصائب عامہ وخصوں نے آج کل ہاتھوں کی سلاطین میں غمانیہ اور بالعموم تمام
مسلمانان عالم کو گھیر رکھا ہے بعض مفتین جہری فرض نمازوں میں باوازی بلند قنوت خوانی کا فتویٰ دیتے ہیں غونستہ
فتویٰ مولوی کفایت اللہ دہلوی کا لافہ ہذا ہے علمائے احناف اہلسنت کے نزدیک،
(۱) وقت نازلہ قنوت تمام جہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں؟
(۲) بعد سمع اللہ لمن حمد کا ہاتھ اٹھا کر پھر پڑھی جائے یا کس طرح؟
(۳) یہ وقت اس کا مقتضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے؟ بینوا اجر کہ اللہ

الجواب

قنوت نازلہ امام طحاوی وغیرہ شراح نے جائز رکھی ہے وہ صرف نماز فجر میں ہے اور ہمارے نزدیک
بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہئے کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر
(جینا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) اس ہندوستان میں اسلام اس
وقت خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت تزع میں ہے قنوت کا وقت ہے واللہ تعالی اعلم

وہ رکعت ثانیہ میں بعد قنوت یا تمہ اٹھا کر تکبیر کہیں اور امام و مقتدی سب آہستہ قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳ از دھامپور محلہ موچیاں ڈاک خانہ خاص ضلع بجنور مسئلہ غلام محمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ جناب مولوی صاحب رہنمائے گمران دام اختصار بعد اسے نیاز مندانہ کے معروض خدمت ہے یہاں قصبہ دھام پور میں زمرہ خلافت نے نماز میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز میں اخیر فرض میں رکوع کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور امام صاحب دُعا با آواز بلند پڑھتا ہے اور مقتدی با آواز بلند کئی کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعدہ سجدہ میں جا کر سلام پھیرتے ہیں۔ عالی جاہ! ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز؟ یا کہ کسی صاحب نے یا کہ امامین میں سے کسی نے پڑھی ہے؟ اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یا کہ فاسد ہو جاتی ہے؟ ہم کو اس نماز میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں؟

الجواب

یہ طریقہ قنوت نازلہ کے ساتھ جو متون مذہب حنفی کے خلاف ہیں بعض شرعاً نے اجازت دی ہے اُس سے بھی چار باتوں میں مخالفت ہے :

اول بعد رکوع ہمارے نزدیک محل قنوت ہی نہیں کماحقہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) دوم امام کا جہر سے دُعا پڑھنا مخالفت قرآن کریم و مذہب حنفی ہے۔ سوم یونہی مقتدیوں کا آمین بالجہر۔

چہا رم قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف نماز فجر میں ہے اور بعض کتب میں نماز جہر واقع ہوا، پانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر فرض لازم آئے گی اور اس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ خالص حنفی عمت مل سکتی ہو اور شرکت کی ہو نظر و عصر بلکہ عند التحقیق غیر فجر کا اعادہ کر لیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت کریں کہ مذہب حنفی میں خلاف محل ہے اگرچہ شامی و شرنبلالی کو شبہہ ہوا وہ مذہب میں صاحب قول نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴ از کوہ کسوٹی کسرٹ روٹی گودام مسئلہ عبد اللہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عرصہ ایک سال سے میں سُنا کرتا ہوں کہ :

(۱) اس جگہ اور دیگر شہروں میں ایک نماز رواجاً پڑھی جا رہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا، نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرضی نماز کی آخر رکعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور اگر دعائے قنوت کی عربی دریافت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب سخت حیرت اور تعجب کا مقام، میں مسجد جانے سے قاصر بلکہ مستثنیٰ، اس وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے۔

(۲) اس خادم کی نظر سے ربیع اول مظاہر حق "جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت مندرجہ ذیل احادیث گزریں جس سے بالکل حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امر ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خود ظاہر کر رہی ہے کہ حضور نے بفرمانِ ربی اس کو ترک کر دیا، فصل اول کتاب مذکور:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ
 حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی کے خلاف یا
 کسی کے حق میں دعا فرماتے یا ارادہ فرماتے تو کبھی
 رکوع کے بعد سمیع اللہ کہہ کر یوں فرماتے: اے اللہ!
 ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو
 نجات دے، اے اللہ! قبیلہ مضر کو سخت پکڑو انہیں
 قحط نازل فرما جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں
 قحط نازل ہوا، اور یہ بددعا بلند آواز سے پڑھتے اور کبھی
 آپ کسی نماز میں یوں پڑھتے: اے اللہ! فلاں و
 فلاں پر لعنت فرما۔ اس سے مراد عرب کے بعض
 قبائل مراد ہوتے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ نازل
 فرمائی کہ اے پیارے حبیب! یہ معاملہ آپ کے
 ذاتی اختیار میں نہیں ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔
 اور حضرت عاصم احول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
 کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

وعن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا امر ادا ان
 یدعو علی احد او یدعو لاحد
 قننت بعد الركوع فربما قال اذا قال سمع اللہ
 لمن حمد لا ربنا لك الحمد اللهم انسج
 الولید و سلمة بن هشام و عیاش بن
 ابی ربیعۃ اللهم اشد و طأ تک علی مضر
 سنین کسنی یوسف یجھر بذا لك و کانت
 یقول فی بعض صلواتہ اللهم العن فلاں
 و فلاں لا حیاء من العرب حتی انزل اللہ
 لیس لك من الامر شیء الا یة
 متفق علیہ و عن عاصم
 الاحول قال سئلت عن انس
 بن مالک عن القنوت فی
 الصلوٰۃ کانت قبل الركوع

اوبعدہ قال قبلہ انما قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الركوع شهرا انه كان بعث اناسا يقال لهم القراء فاصيبوا فقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد الركوع شهرا یدعوا علیہم متفق علیہ فصل ثانی کتاب مذکور عن ابن عباس قال قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شهرا متتابعاً فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء وصلوۃ الصبح اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ من الركعة الاخيرة یدعوا علی احياء من بنی سلیم، مرسل وذكوان وعصیۃ ویومن من خلفہ رواہ ابو داؤد، وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت شهرا ثم تركہ۔ رواہ ابو داؤد والنسائی۔

کر کیا نماز میں قنوت رکوع سے پہلے تھی یا بعد میں، تو انہوں نے فرمایا پہلے تھی۔ حضور علیہ السلام نے صرف ایک ماہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی کیونکہ آپ نے قرار کی ایک جماعت کو تعلیم کے لئے بھیجا تو ان کو راستہ میں شہید کر دیا گیا، تو اس واقعہ پر حضور علیہ السلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد قنوتین پڑھ دے (عافرمائی) کتاب مذکور کی دوسری فصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں قنوت پڑھی اور جب نماز کی آخری رکعت کے رکوع کے بعد سمیع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اس وقت عرب کے قبائل بنی سلیم، رمل، ذکوان اور عصیۃ پر ہمدعا فرماتے اور مقتدی آمین کہتے۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ قنوت ایک ماہ پڑھ کر پھر چھوڑ دی، اس کو ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آمین آواز سے کہنا روکا گیا ہے مگر اب تو پورے پندرہ منٹ آمین اس زور سے کہی جاتی ہے کہ مسجد گونج اُٹھتی ہے بلکہ نماز جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آمین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے اس بستی میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے، مذہب حنفی کے سب پیرو ہیں، امام مسجد جن سے اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کر رہے ہیں کہ اس کی ادائیں اگر کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج سمجھا جائیگا اُس کا جائزہ مسلمان نہیں اٹھائیں گے بسبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں اُن کے لئے ایسا نادر شاہی حکم بہت ہی گراں ہو رہا ہے اور بے وقت پردیس میں موت ہونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کر رہے ہیں وہی مثل کڈ زبردست مارے رونے نہ دے، اور حنفیہ قبر درویش برجان درویش کے مصداق

الجواب

(۱) اصل مسئلہ متون یہ ہے کہ وتروں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں، تنویر الابصار وغیرہ میں ہے، ولا یقنن فی غیرہ (غیر میں قنوت نہ کرے۔ ت) مگر امام طحاوی وغیرہ شراح نے معاذ اللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اس کے دفع کے لئے بھی قنوت جائز رکھی، اسی بارے میں حدیث ہے،

قنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرب کے چند قبائل کے شہر اعلیٰ عدۃ قبائل من الکفار۔ خلاف قنوت ایک ماہ پر مبنی۔ (ت)

اس کے لئے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعون و وبا یا غلبہ کفار والعیاذ اللہ تعالیٰ اس کے دفع کی دعا کی جائے گی تحقیق یہ ہے کہ قنوت صرف نماز فجر میں ہے دعا وقم فی بعض الکتاب فی صلوٰۃ الجہر فصحت من صلوٰۃ الفجر (جو بعض کتب میں آیا ہے کہ جہر والی نماز تو یہ "جہر" بدل گیا ہے اصل فجر ہے۔ ت) اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قنوت قبل رکوع ہولان مابعد الس رکوع قد خرج عن محلیۃ القنوت کما حققہ المحقق فی الفتاویٰ کہ ذکر رکوع کے بعد قنوت کا محل نہیں ہے جیسا کہ محقق نے اسے فتح میں ثابت کیا ہے۔ (ت) اور امام و مفسرین نے اس پر دلیل دیا کہ وہ دعائے قنوت کا طریقہ اخفاء ہے۔ (ت) جن مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آمین کہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اوپر بیان ہوا کہ اس قنوت کا جواز ہی ظاہر متون مذہب حنفی کے خلاف ہے نہ کہ معاذ اللہ اس پر ایسا اصرار کہ جو نہ کرے خارج از اسلام سمجھا جائے اور مسلمان اس کا جنازہ نہ اٹھائیں یہ ظلم اور اسد ظلم ہے اور سخت کبیر ہے اور اللہ و رسول پر افترا۔ اور نئی شریعت دل سے گھڑنا اور مسلمانوں کو ناحق معاذ اللہ کافر بنانا اور حکم کواہر احادیث خود کافر بنانا ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد باء بہ احدہما (رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، دونوں میں سے ایک اس کو اپنے پر وار د کرے گا۔ ت) اور آمین بالجہر مذہب حنفی میں کہیں نہیں، ہاں شراح وقت نازلہ قنوت اسی طریقہ پر روار کتے ہیں جس کی تحقیق اوپر بیان ہوئی اور حدیث فعلی بھی مثل حدیث قولی حجت ہے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوا رأیتونی اصلی (اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

۱/۴۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی باب الوتر والتوافل

۱/۱۲۸ شرح معانی الآثار باب القنوت فی صلوٰۃ الفجر وغیرہا

۱/۲۴۳ سنن الدارقطنی باب فی ذکر بالاذان والامامۃ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

والسلام نے فرمایا ہے کہ ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (ت) اور ترک دعا بوجہ قضائے حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عز وجل کی مخالفت نفسِ دُعا سے منع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۶ از من قریب سورت بخدمت جناب مولانا مولوی محمد وحی احمد صاحب محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالیٰ) واز انجا بغرض تحقیق نزد فقیر ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کس مصیبت کے نازل ہونے کے وقت فرائض پنجگانہ میں پڑھنا یا خاص کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا نہیں؛ خاص کر ایام و بابائے طاعون میں اور اُس کے پڑھنے کا محل فرض کی آخری رکعت میں قبل رکوع کے یا قوسہ میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یا صرف امام باوازی بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں بیٹھا تو جدوا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ اللهم لك الحمد (اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے۔ ت) عام بلکہ

عام متون مذہب میں دربارہ و ترارشاد ہوا،

لایقنت فی غیرہ وکن اصرحو ان الہاموسم غیور میں قنوت نہ پڑھے جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی
لایتبع امامہ القانت فی الفجر وطلوہ باشہ ہے کہ مقتدی اس امام کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے
منسوخ وانہ محدث ہے پیروی اس معاملہ میں نہ کریں، اور انھوں نے وجہ یہ

بتائی ہے کہ یہ منسوخ ہے لہذا یہ نئی چیز ہے۔ (ت)
اور محققین شرح مثل امام ابن الہمام و علامہ سروچی و امام عینی شارحین ہدایہ و علامہ شمیمی شارح نعتیہ
و علامہ ابراہیم علی شارح غنیہ و علامہ زین بن نجیم شارح کنز و علامہ شرنبلالی شارح نور الایضاح و علامہ علائی
شارح تنویر و علامہ سید حموی شارح اشباہ و علامہ نوح آفندی و علامہ سید ابوالسعود ازہری عشی کنز و علامہ سید
محمد شامی عشیان دروغیرہ بتبعیت امام اجل حافظ الحدیث ابو جعفر طحاوی ہنگام نزول نوازل مثل طاعون وغیرہ
(والعیاذ باللہ تعالیٰ) صرف نماز فجر میں تجویز قنوت کی تنقیح و تنقید اور اطلاق متون کی اس سے تفسید فرماتے ہیں غنیہ المستمل و
مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے ۱

وہو مذہبنا وعلیہ الجمہور اور اہد وقد صح یہی ہمارا مذہب ہے اور جمہور بھی اس کے قائل ہیں اھ

به الحديث في الصحيحين وغيرهما عن
انس وابي هريرة وغيرهما رضى الله
تعالى عنهم قالوا وهو حامل ماروى

اور اس بارے میں صحیح حدیث بخاری اور مسلم وغیرہ میں
موجود ہے اور وہ حضرت انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور حضرت امیر المومنین

القاروق والسرقي ومغوية وغيرهم رضوان
الله تعالى عليهم قلت وليست المسئلة
صا تجرى فيه المساكسة

وغيرهم رضى الله عنهم كقنوت کے بارے میں عمل
اس حدیث کے مطابق تھا، میں کہتا ہوں یہ وہ مسئلہ
نہیں جس میں کچھ پایا جائے۔ (ت)

پھر بر تقدیر قنوت بلاشبہ سبیل وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ العجیب نے اختیار فرمائی کہ امام و مقتدی سب
آہستہ پڑھیں۔

اقول وما وقع من الخلاف بين ائمتنا
الكرام ومشائخنا الا علام في قنوت
الوتر هل يجهر به ام ليس هو
المختار، كما في الهداية وهو الأصح
كما في المحيط والصحيح، كما في شرح
الجامع الصغير لقاضي خاں وهل يؤمن
الماموم ام يقنت وهو الصحيح المختار
كما في المحيط والشرح المذکور
وغيرهما فانما منشؤه ان لقنوت
الوتر اللهم انا نستعينك الت شبهة
القرآن على ما ذكروه فكما يجهر
للامام بالقرآن فكذا بما فيه
شبهته وكما لا يقرؤ الموتم القرآن
فكذا ماله شبهته
كما قرء في الحلية و
الغنية والبحر وغيرها

اقول ہمارے ائمہ کرام سے متاخرین اور ہمارے
مشائخ عظام نے وتر کی قنوت کے بارے بحث میں
فرمایا کہ یہ قنوت جہر پڑھی جائے یا آہستہ، تو آہستہ
پڑھنا ہی مختار ہے جیسا کہ بالا میں ہے اور یہی اصح
ہے جیسا کہ محیط میں ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ
قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور یہ کہ
کیا مقتدی صرف آئین کہیں یا وہ بھی قنوت پڑھیں تو
ان کا قنوت پڑھنا صحیح و مختار ہے جیسا کہ محیط اور
مذکور شرح وغیرہ میں ہے۔ اور اس بات کی وجہ
یہ ہے کہ قنوت وتر جو کہ اللهم انا نستعينك الت
ہے کہ قرآن سے مشابہت ہے جیسا کہ فقہاء نے
بیان کیا ہے۔ لہذا جس طرح قرآن کا جہر کرتا ہے اسی
طرح قرآن کے مشابہ چیز کا بھی امام جہر کرے اور
جس طرح مقتدی قرآن کی قرات نہیں کرتا اسی طرح
قرآن کی مشابہت والی چیز کی بھی مقتدی قرات
نہ کرے جیسا کہ علیہ، غنیہ، بحر وغیرہ میں تقریر کی گئی ہے

ولا کذلک قنوت النوازل وانما هو
دعاء محض فیستلزم فیہ الامام و
المامومہ و یخفی انہ کما نزل الادعیۃ فانہ
هو المتدوب الیہ فی الدعاء۔
مگر اخفاء واجب نہیں کہ جہر گناہ ہو،

وقد صرحوا بانہ اذا جہر سہوا بشئ
من الادعیۃ والاثنیۃ لا یجب علیہ
السجود کما فی رد المحتار ولو وجب
لوجب کمالا یخفی۔

جبکہ قنوت نوازل کا یہ مقام نہیں ہے وہ تو محض دعا
ہے جس میں امام اور مقتدی مساوی شریک ہیں لہذا
دونوں اس کو آہستہ پڑھیں گے، جس طرح تمام
دعاؤں میں مستحب یہ ہے کہ آہستہ پڑھا جائے (ت)

جبکہ فقہاء نے تصریح کی ہے اگر کوئی شخص بھول کر
کوئی دعا و ثنا جہر سے پڑھے تو سجدہ سہو واجب
نہ ہوگا جیسا کہ رد المحتار میں ہے اور اگر قنوت نازلہ
یا دعا کا اخفاء واجب ہوتا تو اس کے جہر سے سجدہ
سہو واجب ہوتا جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

پھر اگر امام جہر کرے تو نیز حضرت امامت مقتدیوں کا اُس کی دعا پڑ آہستہ آہستہ اُس سے جدا اپنی اپنی متفرق
دعائیں مشغول ہونے سے اولیٰ ہے کما ان تظہر العلامة الشامی (جس کا علامہ شامی نے اس کو ظاہر قرار دیا
ہے۔ ت) رہا یہ کہ قول بقنوت نازلہ پر اُس کا عمل قبل رکوع ہے یا بعد۔ شرح فیہ و علمائے متقدمین سے اس
باب میں کوئی قول منقول نہیں متاخرین شراح کی نظر مختلف ہوئی، علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر، علامہ شامی
نے اسی کو اظہر کہا، علامہ سیبہ حموی نے فرمایا، قبل رکوع چاہئے، علامہ ازہری نے اسے مقرر رکھا۔ علامہ طحاوی نے
فرمایا، مقتضائے نظر تخییر ہے چاہے قبل پڑھے یا بعد۔ شرح نور الایضاح میں ہے:

قال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ
تعالیٰ انما لا یقنن عندنا فی الفجر من غیر
بلیۃ فان وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا بأس بہ فعلہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای
بعد الركوع کما تقدم۔

امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک کسی
مصیبت و بلاء کے نزول کے بغیر فجر کی نماز میں قنوت
نازلہ نہ پڑھی جائے، اور اگر کوئی فتنہ یا بلاء واقع ہوتی ہو
تو پھر کوئی حرج نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے یعنی رکوع کے بعد پڑھے،
جیسا کہ پہلے ذکر اسے (ت)

باب سجود السہو

سہو رد المحتار

باب الوتر

سہو مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی

۸۲/۲

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

ص ۲۰۰

نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

فتح المعین میں بعد نقل قول امام طحاوی ہے :
ظاہرہ انہ لو قنت فی الفجر لبلیۃ انہ
یقنت قبل الركوع ۛ

طحاوی حاشیہ مراقی میں ہے :

قال الحموی وینبغي ان يكون القنوت قبل
الركوع في الركعة الاخيرة ويكبر له ۛ

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر نزولِ بلاء کے موقع پر
قنوت پڑھے تو رکوع سے قبل پڑھے۔ (ت)

حموی نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے قنوتِ آخری رکعت
کے رکوع سے قبل پڑھے اور اس کے لئے تکبیر بھی
کھے۔ (ت)

قول شرنبلالی ای بعد الركوع (یعنی بعد رکوع - ت) پر لکھا : هذا يخالف ما قد مناه عن الحموی
(یہ حموی سے مروی کے خلاف ہے - ت) ، رواہما میں ہے :

الذی یظہر لی ان المقتدی یتابع امامه
الاذا جهر فیومن وانه یقنت بعد الركوع
لا قبلہ بدلیل ان ما المستدل به الشافعی
علی قنوت الفجر وفيه التصريح بالقنوت بعد
الركوع حملة علما ونا علی القنوت للنازلة
ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح
بانه بعد الاستظهار الحموی انہ
قبلہ والاظهر ما قلناه ۛ

یہ نزدیک ظاہر بات یہ ہے کہ مقتدی بھی امام کی
پیروی میں پڑھے لیکن اگر امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے
تو پھر مقتدی صرف آئین کے اور قنوت رکوع کے
بعد پڑھے پڑھے نہ پڑھے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے
جس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے فجر میں قنوت
پڑھنے پر استدلال کیا ہے اس حدیث میں بعد از رکوع
کی تصریح ہے۔ اس حدیث میں بعد از رکوع قنوت کو
قنوت نازلہ پر ہمارے علماء نے محمول کیا ہے ، پھر
میں نے دیکھا کہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں بعد از
رکوع کی تصریح کی ہے اور حموی نے قبل از رکوع کو نازلہ
قرار دیا ہے جبکہ زیادہ واضح وہ ہے جو میں نے کہا ہے

۲۵۲/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الوتر والنوافل	فتح المعین
۲۰۶ ص	” نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب الوتر	” حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح
۲۰۷	” ” ”	” ”	” ” ”
۲۹۶/۱	” مصطفیٰ البابی مصر	مطلب فی القنوت للنازلة	” ” ” ” ”

طحاوی علی الدر المختار میں ہے ،

قلت قد وجد فعله قبله وبه قال
الامام مالك وبعده وبه قال الامام
الشافعي فمقتضى النظر التخيير وذكر
الشرنبلاني انه يعنت بعد الركوع
قول ومسلک ہے ، غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کا اختیار ہے ، اور شرنبلانی نے بعد از رکوع کو ذکر
کیا ہے ۔ (ت)

اقول اس قضیہ نظر میں نظر ظاہر ہے
فليس اختلاف المجتهدين قاضيا بالتسوية
عندنا اذا كان احدا القولين اليق بمذهبنا
واقعد باصولنا۔

اور فقیر کے نزدیک اقرب والسبب في ذلك خروج ما بعد الركوع
لما توجه ذلك خروج ما بعد الركوع
كونه محلا للقنوت فلذا روى عن ابى حنيفة
رحمته الله تعالى انه لو سوي عن القنوت
فتذكره بعد الا اعتدال لا يقنت ۔

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل
قبل از رکوع کے بارے میں مروی ہے یہ امام مالک کا قول
مسلک ہے ، اور دوسری روایت میں حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا عمل بعد از رکوع مروی ہے ، اور یہ امام شافعی کا
قول ومسلک ہے ، غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کا اختیار ہے ، اور شرنبلانی نے بعد از رکوع کو ذکر
کیا ہے ۔ (ت)

ہمارے نزدیک مجتہدین کے اختلاف کا مطلب دونوں
طرح کی مساوات نہیں ہے جبکہ ہمارے مذہب اور
ہمارے اصول کی ایک قول تائید کرتا ہے تو وہ رائج ہے (ت)

جب قبل از رکوع قنوت پڑھنا ترجیح پا چکا ہے تو اب
رکوع کے بعد قنوت کا محل ختم ہو گیا اسی لئے امام ابو حنیفہ
سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص قبل از رکوع قنوت پڑھنے
کو مجبور جائے اور رکوع سے کھڑا ہو جائے تو اب یاد کرنے
پر قنوت نہ پڑے (ت)

ہاں اس میں شک نہیں کہ بر تقدیر قنوت فوازل مقتدی قبلیت وبعثت میں اتباع امام کرے گا اور اگر امام بعد رکوع
پڑے تو یہ بھی بعد ہی پڑے گا

فانه اذا كان يتابعه في قنوته الوقت بعد
الركوع مع نص المذهب انه قبل الركوع
فهذا أولى۔

کیونکہ جب وتر کی قنوت میں مقتدی رکوع کے بعد
پڑھنے میں امام کی پیروی کر سکتا ہے حالانکہ ہمارے
مذہب میں قبل از رکوع قنوت پر تصریح موجود ہے تو اس
قنوت نازلہ میں بطریق اولیٰ امام کی پیروی کر سکتا ہے (ت)

لہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل
لہ فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
نوریہ رضویہ مستحکم
۲۸۱ / ۱
۳۴۴ / ۱

فتح القدیر میں ہے :

هذا يحقق خروج القومة عن المحلية
بالكلية الا اذا اقتدى بمن يقنت في الوتر
بعد الركوع فانه يتابعه اتفاقا لله
تعالى اعلم۔
مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفع طاعون و وباء کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھنا
جائز ہے یا نہیں؟ بینوا اتوجروا

الجواب

وقت نزول نوازل و علول مصائب اُن کے دفع کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت
اور مشروعیت اس کی مستمر غیر منسوخ۔

روى الامام البخارى والامام مسلم في
صحيحيهما والمحاظ النسائي في حنبه واللفظ
للبخارى قال اخبرنا احمد بن يونس
ثنا عن ائمة عن التميمي عن ابى مجلز عن انس
رضي الله تعالى عنه قال قنت النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم شهر ايدعو على مرعل
وذكوان ولفظ المسلم من طريق المعتمد
عن سليمان التيمي عن ابى مجلز عن انس ابن
مالك رضي الله تعالى عنه قنت رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم شهرا بعد
الركوع في صلاة الصبح يدعوا على مرعل وذكوان
ويقول عصية عصت الله ورسوله وفي صحيحه

بخارى اور مسلم نے اپنی صحیحین میں اور حافظ نسائی نے
اپنی سنن میں اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں، احمد بن
یونس نے خبر دی کہ زائدہ نے تمیمی اور انھوں نے ابو مجلز
سے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
قنوت پڑھتے ہوئے رعل اور ذکوان پر ایک ماہ بدعا
فرمائی، اور مسلم نے معتمر عن سلیمان التیمی عن ابی مجلز عن
انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ الفاظ کہ، حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ایک ماہ فجر کی نماز میں رکوع کے بعد
رعل، ذکوان اور عصیۃ کے خلاف قنوت کے ذریعہ
بدعا فرمائی اور فرمایا عصیۃ نے اللہ اور اس کے رسول
کی نافرمانی کی اور امام مسلم کی صحیح میں بھی یہ ہے کہ محمد بن

لے فتح القدیر باب الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۷۴/۱
۳۷۴/۲ کتاب المغازی باب مغزوة الرجیع الخ قیدی کتب خانہ کراچی
۳۷۴/۱ باب استجاب القنوت فی جمیع الصلوات الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۳۷/۱

ایضاً حدیثنا محمد بن مہران الرازی
 قد کتبنا سنداً عن ابی سلمة عن ابی ہریرۃ
 حدیثہم ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 قنت بعد الرکعة فی صلوۃ شہراً، اذا قال
 سمع اللہ لمن حمدہ یقول فی قنوتہ اللھم
 انج الولید بن الولید، اللھم نج عیاش بن ابی ربیعة،
 اللھم نج ہشام، اللھم نج عیاش بن ابی ربیعة،
 اللھم نج المستضعفین من المؤمنین،
 اللھم اشد دوطاً تک علی مضر، اللھم
 اجعلہا علیہم سنین کسنی یوسف، قال
 ابو ہریرۃ ثمر آیت رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم ترک الدعاء بعد فقئت
 اذی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 قد ترک الدعاء لھم، قال فقیل وما
 تراھم قد قد موا۔

مہران نے اپنی سند کے ساتھ ابو سلمہ سے انھوں نے
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور
 علیہ الصلوۃ والسلام ایک ماہ رکوع کے بعد سمع اللہ
 لمن حمدہ کہنے پر قنوت پڑھی اور قنوت میں یہ پڑھا، اے
 اللہ! نجات دے ولید کو، اے اللہ! نجات دے
 سلمہ بن ہشام کو، اے اللہ! نجات دے عیاش
 بن ابی ربیعة کو، اے اللہ! نجات دے ضعیف و مرنوں
 کو، اے اللہ! اپنی سخت پکڑ فرما مضر پر، اے اللہ!
 ان پر قنوت مستط فرما جتنے سال یوسف علیہ السلام کے
 زمانہ میں قحط نازل ہوا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو
 دیکھا کہ آپ نے دعا چھوڑ دی تو میں نے دل میں کہا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا چھوڑ دی اور کہا
 کہ مجھے کہا گیا کہ وہ حفاظ آگئے تمھارا کیا خیال
 ہے۔ (ت)

عبدالرزاق، حاکم، دارقطنی باسناد صحیح بطریق امام باقر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
 انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیج یزل
 یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا۔
 حضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ قنوت تاحیات
 پڑھتے رہے۔ (ت)

یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فجر، غلاف شافعیہ کہ انھیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھہراتی ہیں
 صریح نوازل میں وارد ان پر محمول۔ پس حاصل یہ کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وقت
 نزول شدائد و ابا قنوت پڑھی اور جب وہ بلا دفع ہو جاتی بوجہ ارتقاغ ضرورت ترک فرماتے اور مشرعت

صحیح مسلم باب استجاب القنوت فی جمیع الصلوات الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۳۷/۱
 المصنف لعبدالرزاق باب القنوت حدیث ۲۶۶۳ ۱۱۰/۲ المکتب الاسلامی بیروت
 سنن الدارقطنی باب صفۃ القنوت الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۳۹/۲

اس قنوت کی کتب حنفیہ میں بھی مصرح جیسا کہ اشباہ و درمختار و بحر الرائق وغایت و مطلقاً و سراج و باج و شرح نقایہ شمسی و فتح القدر ابن الہمام و کلام رئیس الحنفیہ امام ابو جعفر بن سلامہ طحاوی وغیرہ سے ثابت متون میں غیر وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ٹھہرایا شارحین کرام نے قنوت نازل کو اس سے استثناء فرمایا۔

درمختار میں ہے کہ غیر وتر میں صرف قنوت نازل پڑھ سکتا ہے اور قنوت نازل امام ہر نماز میں پڑھے، اور بعض نے کہا تمام نمازوں میں پڑھے، اور بحر الرائق میں ہے کہ شرح نقایہ میں غایہ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ اگر مسلمان نازل پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور محدثین نے کہا کہ قنوت نازل تمام نمازوں میں جائز ہے اور الاشباہ والنظار — طاعون کو ختم کرنے میں اُعاکافۃ فی شہر قاحرہ میں ۹۹۹ ع میں طاعون کے موقع پر مخرجت اس بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب میں کہا کہ میں نے صریح طور پر اس بارے میں نہیں دیکھا لیکن غایہ میں تصریح ہے کہ شمس نے اس بات کو صاحبین کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اگر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نماز فجر میں قنوت پڑھے، یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور اہلحدیث نے فرمایا کہ تمام نمازوں میں قنوت جائز ہے انتہی اور فتح القدر میں ہے قنوت نازل جاری ہے غسوخ نہیں ہے اور اہل حدیث کی جماعت کا یہ قول ہے اور انہوں نے ابو جعفر کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

فی الدر المنخار ولا یقنت فی غیرہ الا للنازلة فیقنت الامام فی الجہریۃ وقیل فی الحکم فی البحر الرائق فی شرح النقایۃ معزیاً الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الجہر وهو قول الثوری واحمد، وقال جمہور اہل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلہما فی الاشباہ والنظار فائدۃ فی الدعاء برفع اطاعون شلت عنہ فی طاعون سنۃ تسع وستمین وتسعمائۃ بالقاہرۃ، فاجبت بان لا امرہ صریحاً، ولكن صرح فی الغایۃ وعزاه الثمنی الیہا بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الفجر وهو قول الثوری واحمد، وقال جمہور اہل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلہا انتہی وفي فتح القدر ان مشروعیۃ القنوت للنازلة مستمرقہ لتسنخ، وبہ قال جماعة من اہل الحدیث وحملو علیہ حدیث ابی جعفر

عن انس رضي الله تعالى عنهما ما زال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقنت حتى فارق الدنيا اي عند النوازل، وما ذكرنا من اخبار الخلفاء يفيد تقريره لفعلهم ذلك بعدد صلى الله تعالى عليه وسلم وقد قنت الصديق رضي الله تعالى عنه في محاربة الصحابة رضي الله عنهم مسيلة الكذاب وعند محاربة اهل الكتب، وكذلك قنت عمر رضي الله تعالى عنه وكذا قنت علي رضي الله تعالى عنه في محاربة معاوية رضي الله تعالى عنهما، وقنت معاوية في محاربته رضي الله تعالى عنهما انتهى فالقنوت عندنا في النازلة ثابت وهو الدعاء برفعها ولا شك ان طاعون من اشد النوازل قال في المصباح النازلة المصيبة الشديدة تنزل بالناس انتهى، وذكر في السراج الوهاج قال الطحاوي ولا يقنت في الفجر عندنا من غير بلية فان وقعت بلية فلا بأس به كما فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فانه قنت شهرا فيهما يدعوه على من رعل وذكوان وبني الحيات ثم تركه كذا في الملتقط انتهى (ملتقطا)

مروی حدیث اسی معنی پر محمول کیا ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تاحیات قنوت نازلہ مصیبت پر پڑتے رہے۔ اور خلفاء کے عمل کے بارے میں جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ عمل جاری رکھا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلہ کذاب سے صحابہ کی جنگ اور اہل کتاب سے جنگ میں قنوت پڑھی، اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قنوت پڑھی اور ایسے ہی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے دوران پڑھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگوں کے دوران قنوت پڑھی انتہی پس قنوت نازلہ ہمارے ہاں مصیبت کو ختم کرنے کے لئے دعا کے طور پر ثابت ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ طاعون بھی بڑی مصیبت ہے، اور مصباح میں فرمایا کہ نازلہ، لوگوں پر شدید مصیبت کے نزول کو کہتے ہیں انتہی، اور سراج الوہاج میں ذکر ہے کہ ابام طحاوی نے فرمایا کہ نزول مصیبت کے بغیر نماز فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے لیکن اگر مصیبت نازل ہو تو ہمارے نزدیک قنوت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ قنوت پڑھی اور اس میں رعل، ذکوان اور بنو الحیان پر بدعا فرمائی اور پھر آپ نے ترک کر دی۔ ملتقط میں اسی طرح ہے انتہی ملتقطا۔ (ت)

یہاں سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ و حنفیہ دوبارہ قنوت فجر کہ وہ علی الدوام حکم دیتے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوازل میں ہے نہ قنوت نوازل میں اور بلاشبہ طاعون و وبا اشد نوازل سے ہیں اور ان کے عموم میں داخل کما حقہ من الاشباہ (جیسا کہ اشباہ سے گزرا۔ ت) پس اگر امام دفع طاعون و وبا کے لئے نماز فجر میں قنوت پڑھے تو اس کے جواز و مشروعیت میں کوئی شبہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے نماز وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو اخیر رکعت میں دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جو امام کے پیچھے پڑھی کافی ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب

اُسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرار قنوت مشروع نہیں،

فی الدرر اما المسبوق فی قنوت مع امامه فقط اه فی رد المحتار لانه اخر صلواته وما یقضیه اولها حکما فی لیس فی القراءۃ و ما اشبهها و اذا وقع قنوتہ فی موضعہ بیقین لا یکو رکان تکرارہ غیر مشروع شرح المنیۃ اه واللہ تعالیٰ اعلم۔

دو ہیں ہے کہ مسبوق (جس کی کوئی رکعت جماعت سے رہ جائے) صرف امام کے ساتھ قنوت پڑھے۔ رد المحتار میں ہے کہ اگر امام کے ساتھ اس کی نماز کا آخری حصہ ہے اور جس کو قضا کر رہا ہے وہ قراءۃ وغیرہ کے اعتبار سے مکمل نماز کا اول ہے، اور جب قنوت امام کے ساتھ اپنے محل میں ادا ہو چکی ہے تو اس کا تکرار نہ کیا جائے کیونکہ اس کا تکرار جائز نہیں، شرح منیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰۸ از اوصین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۰۴ھ

دو بہ مردم در آن مسجد کہ امام بجماعت تراویح مشغول تمام ست حاضر گردیدند آئنا نماز فرض بجماعت ادا نمایند یا جداگانہ خواندہ خواندہ طبعی جماعت تراویح شوند و باز تہ

دو تین آدمی مسجد میں آئے تو امام نماز تراویح میں مصروف تھا، کیا یہ آنے والے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے جماعت کرائیں یا علیحدہ علیحدہ پڑھیں اور اس کے بعد

راہبر امام بخوانند یا تنہا چاکر کہ امام را بجاعت فرض
نیافتہ، بینوا تو جروا
کے ساتھ فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے وتر علیہ پڑھیں؟ بیان کردہ احسن پاؤ۔ دت

الجواب

جماعت تراویح مانع جماعت فرض نیست لان قیام
جماعة انما يمنع اقامة جماعة اخرى في
زمانها ومكانها اذ كانت الاولى داعية لكل
من يأتي الى الدخول في نفسها وجماعة التراويح
لا تدعو من لم يصل الفرض الى الدخول فيها
فان الصحيح المعتقد بطلان التراويح قبل
اداء الفرض ولذا قال في جامع الرموز
اذا دخل واحد في المسجد والامام في
التراويح يصلي فرض العشاء اولاً ثم يتابعه
پس آنانکہ از پس رسیدند چون شرعاً مامورند بادلانے
فرض پیش از تراویح ہر ممنوع باشد از جماعت
حالانکہ چون امام در تراویح مست مخراب مشغول باشد
پس عدول از وہ کہ مبدل ہیأت و بر مذہب صحیح و مفتی
بر تانی کراہت مست کما نص علیہ فی مواضع
من مراد المحتاسر اینجا خود حاصل ست پس
بر مذہب صحیح ایناں زایع مانع از اقامت جماعت
نیست آرسے ہر قدر کہ توانند دور از جماعت قوم
جماعت فرض برپا کنند تا ہم خوشستن از التباس
افعال و اشتغال بال ایمن باشند و ہم براہل تراویح

تراویح کی جماعت، فرض کی جماعت کے لئے مانع
نہیں ہے کیونکہ دوسری جماعت کے لئے وہ موجودہ
جماعت مانع ہوتی ہے جو کہ تمام آنے والوں کے لئے
یہ پہلی موجودہ جماعت اپنے اندر داخل ہونے کی داعی ہو
جبکہ بعد میں آنے والے ان لوگوں کو جنہوں نے فرض
نماز نہیں پڑھی، کے لئے یہ موجودہ جماعت تراویح داعی
نہیں ہے کہ اس میں شامل ہوں، کیونکہ فرض ادا
کونے سے قبل تراویح کا زمانہ صحیح مذہب میں باطل ہے
اسی بنا پر جامع الرموز میں کہا ہے کہ جب کوئی ایک
شخص جماعت تراویح ہوتے وقت آئے تو اس کو
پہلے عشاء کے فرض پڑھنے ہوں گے اور اس کے بعد تراویح
کی جماعت میں شریک ہو، پس بعد میں آنے والے لوگ
جب اس بات کے پابند ہیں کہ وہ پہلے فرض ادا کریں
اور بعد میں تراویح پڑھیں تو شرعاً ان کو فرض کی ادائیگی
جماعت کرانے میں کیا مانع ہے خصوصاً جبکہ امام
تراویح پڑھاتے ہوئے مخراب میں ہے تو بعد میں
آنے والے اپنی جماعت کو مخراب سے ہٹ کر کرانینگے
جس سے پہلی جماعت کی حیثیت تبدیل ہو جائے گی
اور دوسری جماعت کی کراہت ختم ہو جائیگی جیسا کہ رد المحتار

خصوصاً امام تالی قرآن تبیس نمایند هذا کله مہا
لا یخفی علی من لہ مسائل بالفقہ باز آنکس
کہ فرض بجاعت گزارده است خواہ خود امام بود یا امام
دیگر غیر ایں امام اقتدا نمودہ اور امیرسد کہ درو تر بایں
امام اقتدا کند آرسے ہر کہ فرض بہ تنہائی ادا نمود اور
درو تر ہم منفرد باید بود علامہ شامی در رد المحتار فرمود
لو صلاھا (یعنی صلوۃ العشاء) جماعت مع
غیرہ ثم صلی الوتر معہ لا کراہۃ تأمل
ومن فقیر ایں مسئلہ را در فتاویٰ خود ہمچہ تمام تر رنگ
تفصیل دادہ ام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کی تصریح کے مطابق صحیح اور مفتی بہ مذہب یہی ہے
جب کراہت کی وجہ خود بخود ختم ہو گئی تو ان لوگوں کی عمت
کے لئے کوئی بھی مانع نہ رہا، ہاں ممکن حد تک ان کو
چاہئے کہ تراویح کی جماعت سے دور اپنی جماعت کریں
تاکہ آپس میں قرأت اور افعال میں اشتباہ نہ پیدا ہو
اور اطمینان قلبی سے نماز ادا ہو سکے، نیز تراویح کے
امام جو کہ تلاوت میں مصروف ہے کو اشتباہ سے بچایا
جاسکے۔ فقہ سے رکھنے والے کو یہ تمام معاملہ
معلوم ہے، اور پھر جو شخص عشاء کے فرض جماعت سے
ادا کر چکا ہو خواہ اپنی جماعت کرائی ہو یا کسی اور امام یا

اس تراویح والے کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا ہو اس کو تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے،
ہاں جس نے فرض بغیر جماعت اکیلے پڑھے ہوں اس کو تراویح اکیلے پڑھنے جائز ہے۔ علامہ شامی نے رد المحتار میں
فرمایا کہ اگر کسی نے عشاء کی نماز کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت سے ادا کی ہو تو وہ بلا کراہت اس امام کے
ساتھ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے غور کیجئے، جبکہ اس فقیر نے اس مسئلہ کو ہم پہلو تفصیل کے ساتھ اپنے فتاویٰ
میں بیان کر دیا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۰۹ از او عین علاقہ گوالیار مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادام علی صاحب سنٹ
۲۹ ربیع الآخر ۱۳۰۴ھ

آپ کے مبارک قلم سے فتویٰ یوں جاری ہوا ہے کہ
جو شخص عشاء کی نماز یعنی فرض جماعت سے پڑھ چکا
ہے خواہ خود امام بنایا کسی دوسرے امام کے ساتھ
جماعت میں پڑھ چکا ہو اس کو اس امام کے ساتھ
با جماعت وتر پڑھنے کا اختیار ہے، ہاں جو شخص
اکیلے فرض ادا کرے اس کو وتر بھی اکیلے پڑھنے چاہئیں

بقلم نجمتہ رقم جبارت فتاویٰ صاحب چنی ترقیم
آندہ است کہ ہر آنکس کہ نماز فرض بجاعت گزارده
است خود امام بود یا امام دیگر غیر ایں امام اقتدا
نمودہ اور امیرسد کہ درو تر اقتدا بکند آرسے ہر کہ
فرض بہ تنہائی ادا نمود اور درو تر ہم منفرد باید بود بدین
طور علامہ شامی در رد المحتار فرمودہ است فقط صاحبھا

علامہ شامی نے رد مختار میں یوں ہی بیان کیا ہے فقط حالانکہ فوائد الاعمال جو کہ قاضی محمد تقی فیروز پوری کی تصنیف ہے اور فیروز پور میوات کے علاقہ سے تعلق رکھتا ہے اور یہ کتاب علم فقہ میں معتبر ہے، اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ فرض کے بعد واجب کا درجہ ہے لہذا سنت جماعت کی وجہ سے واجب کو یعنی وتر کو ترک کرنا اور سنت یعنی تراویح کو ادا کرنا کب جائز ہو سکتا ہے اس لئے لازم ہے کہ وتر باجماعت ادا کر کے باقی تراویح کو بعد میں پڑھے اگرچہ اس نے فرض اکیلے ہی پڑھے ہوں، یہی حکم کتب فقہ میں ہے اور شامی جلد اول صفحہ ۷۷۴، اور طحاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷ اور در مختار وتر کیۃ القیام مصنف مولانا عبدالحی محمدت دہلوی نے نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بدست نیامدہ باشد تاہم وتر را ضرور بجماعت ادا سازد لہذا سنت جماعت حکم مطلق فرض وتر را بجماعت ادا نمودن درست است یا قطعی حکم ممانعت است مطلع فرمایند و اس گستاخی کہ ازین احقر البریرہ رفتہ است معاف فرمایند و بخوف طول اصل عبارت موقوف داشتہ۔

ہیں یا جائز نہ ہونے کا قطعی حکم ہے، مطلع فرمائیں، اس فقیر سے اگر گستاخی ہوئی ہو تو معاف فرمائیں اور طوالت کے ڈر سے اصل عبارت موقوف کر دی ہے (ت)

الجواب

اے اللہ! حق اور درستگی کی رہنمائی فرما۔ میرے مہربان اس مسئلہ کا حکم وہی جو اس فقیر نے لکھا ہے اور انھوں نے جن چار کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وتر کو جماعت سے پڑھا مطلقاً ضروری ہے ان میں سے پہلی تین یعنی شامی، طحاوی اور در مختار میں قطعاً اس مفہوم کا کوئی نشان تک نہیں ہے اور

در فوائد الاعمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروز پوری کہ فیروز پورہ از توابع ملک میوات ست و اس کتاب در علم فقہ معتبر ست ارقام فرمودہ کہ بعد نماز فرض درجہ واجب ست پس سبب سنت جماعت واجب را ترک نماید و سنت را ادا سازد و اگر وہ ابو بل لازم و واجب ست بعد اوائے نماز وتر تراویح باقی ماندہ ادا کند اگرچہ بجماعت فرض بشمول نشدہ باشد بہین ست حکم کتب الفقہ و در شامی جلد اول صفحہ ۷۷۴ و در طحاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷ و در در المختار و ترکیۃ القیام مصنف مولانا صاحب جلد ثانی محدث دہلوی نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بدست نیامدہ باشد تاہم وتر را ضرور بجماعت ادا سازد لہذا سنت جماعت حکم مطلق فرض وتر را بجماعت ادا نمودن درست است یا قطعی حکم ممانعت است مطلع فرمایند و اس گستاخی کہ ازین احقر البریرہ رفتہ است معاف فرمایند و بخوف طول اصل عبارت موقوف داشتہ۔

ہیں یا جائز نہ ہونے کا قطعی حکم ہے، مطلع فرمائیں، اس فقیر سے اگر گستاخی ہوئی ہو تو معاف فرمائیں اور طوالت کے ڈر سے اصل عبارت موقوف کر دی ہے (ت)

اللہم ہدایۃ الحق والصواب، مہربانا حکم مسئلہ جان ست کہ فقیر نوشتہ و انچہ از چار کتاب آورده اند کہ جماعت وتر مطلق ضروری و لایبہی ست در سہ پیشین یعنی حاشیہ شامی و طحاوی و در مختار زہار ازین معنی نشانہ نیست و

ترکیۃ القیام را فقیر گاہے ندیدہ بلکہ نامش نشیدہ ام
 اگر از تصانیف شیخ محقق قدس سرہ العزیز ست
 یقین دارم کہ اس حکم در ہرگز نباشد و چنان گمان
 بردہ آید کہ عالمی معتمد پچو شیخ مستند اس چنیں
 کلائے بے سند پر خلاف اجماع رقم زند ضروری و
 لابدی بمودش در کنار علماء را اختلاف ست کہ افضل
 در وتر جماعت ست یا بخاندہ خویش تنہا گزاردن
 ائمہ افتا ہر دو قول را تصحیح فرمودہ اند طرفہ
 آنکہ در محنت رہیں قول اخیر یعنی افضلیت
 الفہرہ اور از مذہب قرار داد و شیخ محقق
 در مابثت بالسنۃ ہموں را مختار گفت و
 آنکہ افضلیت جماعت را مزین داشتند
 نگاشتند کہ جماعت در وتر سنۃ ہمیشہ نیست
 بلکہ سنیت او از سنیت جماعت تراویح نازل
 ست و در بحر الرائق وغیرہ ہمیں بہ لفظ استحباب
 تعبیر رفت۔ اینک عبارت در مختار
 ھذا الفضل فی الوتر الجماعۃ
 ام المنزل تصحیحات لکن نقل
 شارح الوہبانیۃ ما یقتضی
 ان المذہب الشافعی و
 اقربہ المصنف وغیرہ
 شیخ زہر مایہ اختلافوا فی
 الافضل ففسال بعضهم

ترکیۃ القیام نام کی کتاب اس فقیر نے نہ دیکھی نہ سنی
 اگر واقعی یہ کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے
 تو پھر مجھے یقین ہے کہ اس کتاب میں یہ حکم ہرگز نہ ہوگا
 حضرت شیخ جیسے قابل اعتماد عالم کے بارے میں یہ
 کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے ایسی بے سند
 بات اور خلاف اجماع تحریر کر دی ہے چہ جائیکہ
 انھوں نے ضروری اور لابدی قرار دیا ہو۔ علماء میں
 تفریق اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا افضل ہے
 یا تنہا گھر میں جبکہ ائمہ کرام نے دونوں باتوں کو صحیح قرار
 دیا ہے اور پھر تماشا یہ ہے کہ در مختار میں دوسرے
 قول یعنی گھر میں اکیلے پڑھنے کو احسان کا مسلک قرار دیا
 ہے اور شیخ محقق نے بھی اپنی کتاب مابثت بالسنۃ
 میں اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور وہ لوگ
 جو وتر کو جماعت سے پڑھنے کو افضل کہتے ہیں ان کے
 نزدیک بھی وتر باجماعت، سنت سے زیادہ نہیں
 بلکہ یہ سنت ان کے ہاں تراویح کے سنت سے کم درجہ
 ہے، اور بحر الرائق میں تو اس کو استحباب سے تعبیر
 کیا ہے۔ در مختار کی عبارت یہ ہے کیا وتر کی جماعت
 افضل ہے یا گھر میں پڑھنا، دونوں کی تصحیح موجود ہے
 لیکن وہبانیہ کے شارح نے جو نقل کیا اس کا مقتضی
 یہ ہے کہ دوسرا قول مذہب و مسلک ہے اسی کو
 مصنف وغیرہ نے ثابت کیا ہے، اور شیخ عبدالحق
 نے یوں فرمایا ہے علماء نے وتر کے بارے میں اختلاف

الافضل الجماعة وقال الأخرون
 الافضل ان يوتر في منزله منفردا
 وهو المختار. علامہ شامی قدس سرہ السامی
 فرمود مرجع الکمال الجماعة في شرح
 المنية والصحيح ان الجماعة فيها
 افضل الا ان سنيتهما ليست كسنية
 جماعة التراويح اه ملخصاً۔ علامہ
 طحاوی زیر قولش فی رمضان یصل الوتر
 بها ای بالجماعة تحریر نمود ای استجابا
 کما فی البحر وظاهر ما سیاقی لہ انہا
 فیہ سنة کالتراویح پس روشن شد
 کہ نسبت کلام مذکور باین علم غلط بودہ است
 و اگر از حکم ضروری و لابدی بودن جماعت قطع نظر
 نمودہ آید تا ہم نسبت بعلمہ شامی نسبت
 بخالف است زیرا کہ اورحمد اللہ تعالیٰ تصدیق
 فرمودہ است کہ ہر کہ در فرض منفرد بودد
 وتر ہم اقتدا کنند از علامہ شمس قہستانی آورد
 و اذالم یصل الفرض معہ لا یتبعہ
 فی الوتر باز خود گفت
 ینبغی ان یکون قول القہستانی

کیا کہ افضل جماعت ہے یا افضل یہ ہے کہ گھر میں
 اکیلے پڑھے، اور یہ دوسرا قول ترجیح یافتہ ہے۔ علامہ
 شامی نے فرمایا ہے کہ کمال نے جماعت والے قول
 کو ترجیح دی ہے۔ اور منیہ کی شرح میں ہے کہ صحیح یہ
 ہے کہ جماعت افضل ہے، لیکن وتر کی جماعت سنت
 تراویح کی جماعت کی سنت کی طرح نہیں ہے احملخصاً
 اور علامہ طحاوی نے ماتن کے اس قول کہ رمضان
 میں وتر جماعت سے پڑھے کے بعد لکھا ہے کہ یہ
 استحباب ہے جیسا کہ بحر میں ہے اور ظاہر یہ ہے
 کہ جو ان سے آگے آئیگا کہ رمضان میں وتر کی جماعت
 سنت ہے جیسے تراویح سنت ہے۔ پس معلوم ہوا
 کہ مذکورہ بات ان علم کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے
 اور لابدی اور ضروری حکم سے قطع نظر بھی علامہ شامی
 کی طرف اس بات کو منسوب کرنا ایک مخالف
 چیز کو منسوب کرنا ہے کیونکہ انھوں نے تصریح کی ہے
 کہ اگر فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی
 جماعت سے نہ پڑھے، اور علامہ قہستانی کے حوالہ سے
 انھوں نے کہا ہے کہ جب فرض امام کی اقتدا میں
 نہ پڑھے ہوں تو وتر میں اس کی اقتدا نہ کرے،
 اور علامہ نے خود فرمایا کہ علامہ قہستانی کا یہ کہنا کہ

ما ثبت بالسنۃ	الفصل السابع	ادارہ تعلیمہ و صوبہ لاہور	ص ۲۰۲
۱۵ رد المحتار باب الوتر والنوافل	مصطفیٰ البابی مصر	۵۲۵/۱	
۱۶ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	۲۹۴/۱	
۱۷ رد المحتار آخر باب الوتر والنوافل	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	۵۲۲/۱	

معہ احتراز عن صلواتہا منفردا امالو
 صلاہا جماعة مع غیرہ ثم صلی الوتر
 معہ لا کراہۃ تاملاً لہ و در مختار این
 مسئلہ را اصل ذکرے نیست۔ مصنف و شارح
 اعظم اللہ تعالیٰ اجور ہما و افاض
 علینا نودھما ہیں نوشتہ اند کہ ہرگز تراویح
 منفرد و بود در جماعت وتر داخل می تواند شد
 حیث قالوا لو لم یصلہا ای التراويح
 بالامام او صلاہا مع غیرہ لہ
 ان یصلی الوتر معہ ای مسئلہ
 را با مسئلہ ما چہ علاقہ کہ ایجاب کلام
 در منفرد فی الفرض است منفرد فی التراويح
 و ضرور نیست کہ ہرگز تراویح
 تنہا گزارده است در فرض نیز
 منفرد بودہ باشد باز شارح رحمہ اللہ
 تعالیٰ سوالے آورده است کہ اگر ہمہ
 جماعت تراویح را ترک کردہ باشد آیا
 ایشان را می رسد کہ وتر جماعت گزارند
 اینجا بیچ سکے نمود و امر بمراجعت کتب
 فہمود حیث قال بقی لو
 ترکھا کلہا یصلون
 الوتر بجماعۃ فلیراجع آراء

اس امام کے پیچھے فرض نہ پڑے ہوں" کا مطلب یہ ہے
 اکیلے پڑے ہوں، لیکن اگر اس نے فرض کسی دوسرے
 امام کی اقتدار میں پڑے ہوں تو پھر وتر میں امام کے ساتھ
 جماعت میں پڑنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، غور کر اور
 اور در مختار میں اس مسئلہ کا بالکل ذکر نہیں ہے مصنف
 اور شارح (اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو عظیم فرمائے اور
 ان کے نور کا ہم پر فیضان فرمائے) دونوں نے لکھا ہے
 کہ کسی نے صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں تو وہ وتر کی
 جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ انھوں نے یوں فرمایا
 اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یا کسی
 اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو اس کو اس امام کے
 ساتھ وتر پڑھنا جائز نہیں لیکن اس مسئلہ کا ہمارے
 مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہمارا مسئلہ تو اکیلے فرض
 پڑھنے والے کے بارے میں ہے نہ کہ اکیلے تراویح
 پڑھنے کے بارے میں ہے، کیونکہ تراویح اکیلے پڑھنے
 کو یہ لازم نہیں کہ فرض بھی اکیلے پڑھے ہوں۔ اس کے
 بعد شارح نے خود سوال اٹھایا کہ اگر تمام حاضرین نے
 تراویح با جماعت نہ پڑھی ہوں تو ان کو یہ جائز ہو گا
 کہ وہ وتر با جماعت ادا کریں۔ شارح نے یہ سوال بیان
 کر کے کوئی جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا اس بارے میں کتب
 کو دیکھا جائے، انھوں نے اس کو یوں بیان فرمایا
 یہ بات باقی ہے کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح کی

علامہ حلبی محشی در جواب این سوال از رائے و فہم خود
چنان بحث کرد کہ جماعت تراویح یکسر متروک باش
تا ہم مستغنائے تعلیل آنست کہ جماعت و تراویح باشد
زیرا کہ اونماز مستقل بنفسہ است و هذا
نصہ علی ما نقل العلامة الطحطاوی
قوله فلیراجع قضیة التعلیل فی
المسئلة السابقة بقولہم لانہا
تبع ان یصلی الوتر بجماعة فی هذه
الصورة لانه لیس بتبع للتراویح
ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ
تعالیٰ ایس جانیئے چنانکہ دیدی کلام در
منفرد فی الفرض نیست نصہم بما یوہم
قوله ولا للعشاء اجواز جماعة
الوتر وان ترکوا جماعة الفرض
اصلا لکنہ کما علمت خلاف
المنقول وما کان لبحت
ان یقبل علی خلاف
المنصوص لاسیما و هو غیر مستقیم
فی نفسه اذ لیس قضیة
التعلیل بما مر کما افناد
العلامة الشامی و احباد
حیث قال قوله بقی الخ الذی
یظہر ان جماعة الوتر

جماعت کو ترک کیا ہو تو وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتے
ہیں تو اس مسئلہ میں کتب کو دیکھا جائے، ہاں علامہ
حلبی محشی نے از خود اس سوال کے جواب میں اپنی رائے
اور فہم سے یہ بحث کی ہے کہ اگرچہ تراویح کی جماعت
متروک ہو گئی مگر اب وتر کی جماعت کو ترک نہ کریں اس
کی وجہ یہ ہے کہ وتر ایک مستقل علیحدہ نماز ہے، اور ان
کا بیان ہے جیسا کہ علامہ طحطاوی نے ان کا بیان نقل
کیا ہے "کتب کی طرف رجوع کرو، یہ اس علت کا قرینہ
ہے جو انہوں نے سابقہ مسئلہ میں بیان کی ہے کہ تراویح
تابع ہیں اس لئے اس کو جائز ہے کہ وہ وتر باجماعت
پڑھے، کیونکہ وتر نہ تو تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی
عشاء کے، امام صاحب کے قول میں رحمہ اللہ تعالیٰ،
آپ نے واضح کیا کہ یہاں بھی فرض اکیلے پڑھنے والے
کے بارے میں بات نہیں ہے۔ ہاں اس کا قول
"عشاء کے بھی تابع نہیں" وہم پیدا کرتا ہے کہ وتر کی
جماعت جائز ہے اگرچہ سب حضرات نے فرض کی عبادت
کو ترک کر دیا ہو، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ یہ بات نقل
کے خلاف ہے اور منقول کے خلاف کوئی بحث
قابل قبول نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ وہ بحث خود بھی
درست نہ ہو، کیونکہ علت والا معاملہ وہ نہیں جو بیان
ہوا، جیسا کہ علامہ شامی نے خوب بیان فرمایا جس
انہوں نے یہ کہا "یہ بات باقی ہے الخ" ان کا یہ
سوال اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ وتر کی جماعت

تبع لجماعة التراويح وان كان
الوتر نفسه اصلا في ذاته
لا ت سنة الجماعة في الوتر
انما عرفت بالاشرتابعة للتراويح
على انهم اختلفوا في افضلية
صلاتها بالجماعة بعد التراويح
كما يأتي اهـ ومن فقيه در فتویٰ عربیہ
کہ بحواب سوال مولوی محمد عبد اللہ صاحب
پنجابی ہزاری بتاریخ نوزدہم شہر ربیع الآخر
۱۳۰۶ ہجریہ نوشتہ ام این مقام را باقصائے
مراتب تنقیح و توضیح رساندہ ام وبالله التوفیق
سخن گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال مہربان معقب
بودن کتابے نزد بعض معتقدین چیزے و معتبر
بودنش فی نفسہ چیزے دیگرست باز اعتبار
کتابے مستلزم آن نیست کہ ہرچہ در مذکور
ست مختار و منصورست زنہار در کتب اجملہ
ائمہ بیچ یک کتابے نیابی کہ در بعض مواضع محال
نقد و تنقیح نداشتہ باشد تا بتالیف ما احدث
ہند چہ رسد مؤلف اگر این مسئلہ
را از پیش خود گفتہ است بجوئے نیز در ورنہ
برو لازم بود کہ نص کتاب آوردے یا لا اقل
نام کتاب بروے تنہا گفتش کہ ہمیں
ست حکم کتب الففتہ چگونہ قبول افتد

تراویح کی جماعت کے تابع ہے اگرچہ وتر فی نفسہ مستقل
نماز ہے، کیونکہ وتر کی جماعت کا سنت ہونا یہ نقل
سے ثابت ہے کہ یہ تراویح کے تابع ہے یہ علیحدہ
بات ہے کہ علماء نے تراویح کے بعد وتر باجماعت
پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے، جیسا کہ
آئندہ آرہا ہے اہ اور محمد فقیر نے عربی فتویٰ جو کہ
مولوی عبد اللہ صاحب پنجابی ہزاری کے سوال
کے جواب میں بتاریخ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ لکھا ہے
اس میں اس مقام پر خوب اعلیٰ تنقیح و توضیح سے کام
لیا ہے وبالله التوفیق، فوائد الاعمال کے متعلق بات کرنا
باقی ہے، میرے مہربان کسی کتاب کا معتقدین کے
میں معتبر ہونا ایک بات ہے اور اس کتاب کی
اپنی حیثیت میں معتبر ہونا اور بات ہے نیز کسی کتاب
کے معتبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جو کچھ
موجود ہے وہ تمام معتبر و مختار ہو ہرگز ایسا نہیں
ہے کیونکہ بڑے بڑے ائمہ کرام کی کتابوں میں سے
کوئی بھی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے بعض مقامات
قابل تنقید و تنقیح نہ ہوں، تو ہم نئے لوگوں کی
کتابوں کے بارے میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ
ان میں سب کچھ درست ہے۔ فوائد الاعمال کے
مصنف نے اگر مسئلہ خود اپنی طرف سے کہہ دیا
تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے ورنہ ان پر لازم
تھا کہ وہ کسی ایک کتاب کا ہی حوالہ ذکر کر دیتے اور

حالانکہ در کتب فقہ پیغمبریۃ الفقہاء وغنیہ و شرح
نقایہ و رد المحتار تنصیف بخلافش می یابیم
باز اگر بغلطہ اجاب گزراں نیاید سخن
از نقد کلامش رانم و بر ہمکنار واضح و لائح
گردانم کہ این کلام چہ قدر از پایہ فقہیت
دور و مجہور افتادہ است اولاً باید دانست
کہ علماء را در وقت تراویح دو قول مذیل بطراز
تصحیح ست یکے آنکہ وقتش مابین عشاء و ترست
تا آنکہ بعد و تر روا نبود چنانکہ بیش از فرض روا
نیست صححہ فی الخلاصۃ و درجہ
فی غایۃ البیان بانہ
الماثور المتوارث ^{اح} ش عن
البحر دوم آنکہ بعد عشاء تا طلوع
فجر و ہمیں ست ارجح التصحیحین
عزاء فی الکافی الی الجمہور
و صححہ فی الہدایۃ و
المخانیۃ و المحيط ^{اح} ش عن
الزین بر مذہب اول ^{اح} کہ را
چیزے از تراویح باقی ماند و امام بو تر بخاست
حکم ہمیں سنت کہ بر بقیہ تراویح
اشتغال نماید و بجاعت و تر در نیاید
زیرا کہ نزد ایشان پس از وتر وقت تراویح

صرف یہ کہہ دینا کہ کتب فقہ کا یہ حکم ہے کیسے قابل قبول
ہو سکتا ہے حالانکہ کتب فقہ مثلاً غنیۃ الفقہاء وغنیہ
شرح النقایہ اور رد المحتار میں ہم اس کا خلاف
پاتے ہیں پھر اگر دوستوں پر گزراں نہ گزرے تو ہم اس کا
تنقیدی جائزہ پیش کریں، اور ان پر واضح کر دیں کہ ان
کے بیان کی کیا حیثیت ہے اور یہ کہ فقہ سے اس کا
کوئی تعلق نہیں ہے اولاً معلوم ہونا چاہئے کہ
تراویح کے وقت کے بارے میں علماء میں اختلاف
ہے اور اس میں دو قول ہیں جو کہ تصحیح کے معیار پر
آتے ہیں: ایک یہ کہ تراویح کا وقت، نماز یعنی فرض
عشاء اور وتر کے درمیان ہے اس بنا پر فرض سے
قبل تراویح جائز نہیں جس طرح کہ وتر کے بعد جائز
نہیں، اس قول کو علماء میں صحیح قرار دیا ہے، اور
غایۃ البیان نے اس کو زمانہ بزمانہ منقول کہہ کر ترجیح
دی ہے ^{اح}۔ یہ شارح نے بحر سے نقل کیا ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا وقت بعد از عشاء
تا طلوع فجر ہے، یہی قول صحت میں رائج ہے اور
کافی میں اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے اور
ہدایہ، خانیہ اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا ہے ^{اح}۔
یہ شارح نے زین سے نقل کیا ہے اب پہلے قول کے
مطابق اگر کسی کی کچھ تراویح رہتی ہوں اور امام وتر
شروع کر چکا ہے اس کو یہ حکم ہے کہ وہ امام کے

فوت می شود امام طاهربن احمد بخاری
در خلاصہ فرمود یشتغل بالترویحۃ
الفائتہ لانه لا یمكنه الاتیان بها
بعد الوتر و بر مذہب دوم بہر دو امر
غیرست اما اختلاف در افضل افتاد ہر کہ
در وتر افراد را بہتر دانستہ نزد او اشتغال
بترویجہ فائتہ احسن باشد و ہر کہ جماعت
نیکوتر گفتہ پیش او بجماعت وتر در ساختن
وترویجہ فائتہ را بس انداختن خوشتر
و مانا کہ ہمیں احب باشد و فقیر گویم
چون صبح دوم جانب عدم صحت تراویح
بعد وتر است یعنی النسب مراعات آن
باشد و اللہ تعالی اعلم قال
فی الدر المختار وقتہا
بعد صلاۃ العشاء الی الفجر
قبل الوتر و بعدہ فی الاصح فلو فاتہ
بعضہا وقام الامام الی الوتر
او تر معہ ثم صلی ما فاتہ اھ قال
فی رد المحتار قوله فلو فاتہ
بعضہا الخ تفریع علی الاصح
لکنہ مبنی علی ان الافضل
فی الوتر الجماعۃ لا المنزل

ساتھ وتر نہ پڑھے بلکہ بقیہ تراویح کو پہلے پڑھے کیونکہ اس
قول والوں کے ہاں وتر کے بعد تراویح کا وقت ختم
ہو جاتا ہے۔ امام طاہربن احمد بخاری خلاصہ میں
فرماتے ہیں کہ وہ بقیہ تراویح ادا کرے کیونکہ وتر کے
بعد اس کو تراویح پڑھنا ممکن نہیں۔ اور دوسرے
قول کے مطابق اس کو دونوں طرح اختیار ہے کہ بقیہ
تراویح وتر سے پہلے پڑھے یا بعد۔ لیکن افضل ہونے
میں ضرور اختلاف ہے کہ جو لوگ وتر تنہا پڑھنا افضل
کھتے ہیں کہ تراویح پہلے پڑھے اور جو جماعت کو بہتر جانتے ہیں
انکے نزدیک پہلے وتر جماعت کے ساتھ پڑھ کر اسکے بعد باقی ماند تراویح
پڑھے، یہ تسلیم ہے کہ پسندیدہ امر یہی ہے لیکن ایک قول میں
وتر کے بعد تراویح جائز نہیں ہے، اس لئے یہ فقیر
کہتا ہے کہ افسوس قول کی رعایت زیادہ مناسب
ہے، واللہ تعالی اعلم۔ در مختار میں کہا کہ تراویح کا
وقت عشاء کی نماز کے بعد تا طلوع فجر ہے وتر سے
قبل یا بعد اصح قول ہے۔ پس اگر کچھ تراویح رہ جائیں
اور امام وتر کے لئے کھڑا ہو جائے تو اسے چاہئے
کہ وہ امام کے ساتھ وتر پڑھے اور فوت شدہ تراویح
اس کے بعد پڑھے اھ۔ اس پر رد مختار میں کہا (قوله
فلو فاتہ بعضہا الخ) یعنی ماتن کا قول کہ اگر کچھ
تراویح رہ جائیں، یہ اصح قول تفریع ہے لیکن یہ
تفریع اس بات پر مبنی ہے کہ وتر گھر کی بجائے

وفیہ خلاف سیاقی فقولہ او ترجمہ ای علی
وجه الافضلیۃ الخ بالجلد بریک مذہب راہ ہمین
ست کہ جماعت وتر شرک نمکند و بر مذہب دیگر نزد
بعض افضل ہمین ست و نزد بعض اگرچہ اقتدا افضل
اما وجوب و لزوم اقتدا کہ صاحب فوائد نشت مذہب
بیج علی نیست نہ زہار از شرع بروے دلیطہ
ثانیاً قول او پس بسبب سنت جماعت واجب
را ترک نماید و سنت را ادا سازد کے رد ابود
طرف استدلالے ست اگر لفظ واجب صفت جماعت
ست ہدایتہ غلط و باطل بالا گفتہ ایم کہ جماعت
وتر نزد بیج کے واجب نیست و اگر مضاف الیہ
است پس دلیل واضح الاختلال یعنی در ترک
جماعت ست نہ در ترک وتر پس قول او کے رد ابود
کے رد ابود الحاصل حکم ہمان ست کہ فقیر در فتوائے
پیشین نوشتہ ام و از رد و قدح ہچو کلمات سکوت
اولی بود اگر ایضاً صواب و کشف ارباب مقصود
نہودے باز در ضمن بیان مسائل ناقصہ کہ بروے
کار آمد نفع خوبی ست کہ حامل بریں تحریر می تواند شد
مہربان سخن برانچہ نقل فرمودہ اند رواں کردم و در
فقیر کتاب فوائد الاعمال ہم ندیدہ ام ندانم کہ اصل
عبارتش چیست و مولفش کیست واللہ تعالی اعلم

پر بحث کرنے سے سکوت بہتر تھا، اگر درست موقف کی وضاحت اور شکوک کو دفع کرنا مقصود نہ ہونا نیز بحث میں
ضمنی مسائل ہیں جو کہ بحثے کا زائلانے میں مفید ہو سکتے تھے جن کی وجہ سے میں نے یہ بحث کی ہے ورنہ ضرورت نہ تھی،

باجماعت پڑھنا افضل ہے اور اس میں اختلاف ہے جو
آگے آرہا ہے۔ اور اس کا قول کہ امام کے ساتھ وتر
پڑھے یعنی مستحب یہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک
قول میں یہ متعین ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے
اور دوسرے مذہب پر افضل یہ ہے کہ وتر باجماعت
نہ پڑھے، ایک قول کے مطابق اور دوسرے قول کے
مطابق اگرچہ اقتدار اور جماعت افضل ہے تاہم
جماعت کا لازم ہونا اور واجب ہونا وتر کے لئے کسی
عالم کا مذہب اور قول نہیں جیسا کہ فوائد الاعمال والے
نے لکھا ہے اور نہ ہی شرع میں اس پر کوئی دلیل ہے۔
ثانیاً اس کا یہ کہنا کہ سنت کی وجہ سے جماعت واجب
کا ترک کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے، یہ عجیب استدلال
ہے اس میں لفظ واجب اگر جماعت کی صفت ہے
تو یہ غلط اور باطل ہے کیونکہ وتر کی جماعت کسی کے
ہاں بھی واجب نہیں ہے اور لفظ واجب جماعت کا
مضاف الیہ ہے یعنی واجب کی جماعت تو پھر یہ دلیل
واضح طور پر غلط والی ہے کیونکہ بات تو ہو رہی ہے جماعت
کے ترک میں نہ کہ واجب یعنی وتر کے ترک میں، اس کا
یہ کہنا کہ کیسے جائز ہو سکتا ہے، کیسے جائز اور درست
ہو سکتا ہے! الحاصل یہ کہ اس مسئلہ کا حکم وہی ہے
جو اس فقیر نے پہلے فتوے میں لکھا ہے، ایسی باتوں

مہربانوں نے جیسے عبارت نقل کی اس کے مطابق میں نے تسلیم کرتے ہوئے جواب لکھ دیا ورنہ اس فقیر نے کتاب
فوائد الاعمال نہیں دیکھی اور نہ یہ معلوم کہ اصل عبارت کیا اور کتاب کا مصنف کون ہے، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ مدرسہ مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری مدرسہ اول مدرسہ عربیہ بریلی

۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۶ھ

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ کا کیا ارشاد ہے
ایسے شخص کے بارے میں جس نے فرض اکیلے گھر میں
پڑھے یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں
پڑھے کیا وہ شخص باجماعت تراویح والے امام کے
پچھے وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور وتر
باجماعت رمضان کے تابع ہے یا فرض کی جماعت کے
تابع ہیں، بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی الرجل
الذی اقتدی بالامام فی التراويح
وقد صلی الفرض فی
بیتہ او مع غیر ذلک الامام هل یصلی
الوتر بالجماعة ام لا والوتر بالجماعة
تابع لرمضان ام لجماعة الفرض
بینوا توجروا۔

الجواب

جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں
شریک نہ ہو اور جس نے فرض جماعت ادا کئے ہوں اگرچہ
کسی دوسرے کی جماعت کے ساتھ پڑھے ہوں وہ اس
وتر پڑھانے والے کے ساتھ جماعت میں شریک ہو سکتا
ہے اگرچہ اس نے اس امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی
ہوں، یہی صحیح اور قابل اعتماد ہے، فقیہ کی شرح غنیہ میں
علامہ ابراہیم حلبی نے فرمایا کہ جب فرض جماعت کے
ساتھ نہ پڑھے تو عین الاثر کو ایسی سے روایت ہے
کہ وہ تراویح اور وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے اور یوں
اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہو تو بھی وہ
وتر امام کے ساتھ پڑھے، اور ابو یوسف البانی نے فرمایا
کہ اگر امام کے ساتھ کچھ تراویح پڑھ لی ہوں تو اس کے
ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے اور یوں ہی اگر اس نے تراویح

من صلی الفرض منفرداً لا یدخل
فی جماعة الوتر ومن صلاھا
جماعة ولو خلف غیرھذا الامام
فله ان یأتی بہ فی الوتر
ای وان لم یکن ادرك التراويح
معه هو الصحيح المعتمد فی الغنیة
شرح المنیة للعلامة ابراہیم
الحلبی اذا لم یصلی الفرض مع
الامام فعن عین الائمة الکراہیسی
انہ لا یتبعہ فی التراويح ولا الوتر
وکذا اذا لم یتعابعہ فی التراويح لا یتابعہ
فی الوتر قال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام
شیئا من التراويح یصلی معہ الوتر وکنذا اذا

لویدرک معہ شیئا منها و کذا اذا صلی
التراویح مع غیرہ لہ انت یصلی
الوتر معہ و هو الصحیح ذکرہ
ابو اللیث و کذا قال ظہیر الدین
المرغینانی لو صلی العشاء وحده
فلما انت یصلی التراویح مع الامام
و هو الصحیح حتی لو دخل بعد ما صلی
الامام الفرض و شرع فی التراویح
فانه یصلی الفرض اولا و حده ثم
یتابع فی التراویح و فی القنیۃ
لو ترکوا الجماعة فی الفرض
لیس لہم ان یصلوا التراویح جماعة
لانہا تبطل للجماعة اھ و قال فی رد المحتار
عند قوله لو لم یصلہا (ای التراویح) بالامام
لہ انت یصلی الوتر معہ فی
القائم خانیتۃ عن التتمة انه سئل
علی بن احمد عن صلی الفرض و
التراویح وحده او التراویح فقط
هل یصلی الوتر مع الامام فقال لا اھ ثم
سألت القہستانی ذکر تصحیح ما ذکرہ
المصنف (ای من جواز الوتر جماعة
لمن صلی التراویح منفردا ای و
الفرض جماعة قال الشامی

جماعت سے کچھ بھی نہ پڑھی ہوں تو وہ شریک ہو سکتا
ہے، اور اگر اس نے ایسے ہی تراویح کسی دوسرے
امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ ترکی جماعت میں شریک
ہو سکتا ہے، یہی صحیح ہے اس کو ابولیت نے ذکر
کیا ہے اور ظہیر الدین مرغینانی نے بھی یہی کہا ہے کہ
اگر اس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں تو تراویح امام کے
ساتھ پڑھ سکتا ہے یہی صحیح ہے حتیٰ کہ اگر وہ امام کے
فرض پڑھ لینے کے بعد اور تراویح میں شروع ہونے کے
بعد مسجد میں آیا تو اس کو چاہئے کہ پہلے اکیلے فرض پڑھ کر
بعد میں تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔ اور قنیۃ میں ہے
اگر کچھ لوگوں نے فرض کی جماعت ترک کر دی تو ان کو
تراویح کی جماعت میں پڑھنی چاہئے کیونکہ تراویح فرض
باجماعت کے تابع ہیں، اور رد المحتار میں اس کے
قول پر اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں
تو اس کو وتر امام کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے۔
تتارخانیہ میں تتر سے نقل ہے کہ علی بن احمد سے سوال
کیا گیا کہ وہ شخص جس نے فرض اور تراویح اکیلے پڑھے ہوں
یا صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں کیا وہ وتر امام کے ساتھ پڑھ
سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ نہیں پڑھ
سکتا اھ۔ پھر میں نے قہستانی کو مصنف کی تصحیح ذکر
کرتے ہوئے پایا، یعنی جس نے تراویح اکیلے اور فرض
جماعت سے پڑھے ہوں تو اس کو وتر جماعت سے
پڑھنے کی اجازت ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ

ثم قال (يعني القهستاني)، لكنه اذا لم
يصل الى الفرض معه لا يتبعه في الوتر **ثم**
قلت وعزاه القهستاني للمنية وهي منية
الفقهاء لا منية المصلي كما ظنه بعض
المتصدين للفتوى في عصرنا فنسبه
الى عدم مطابقة النقل للمنقول عنه
قال الشامي فقوله (يعني المصنف)
ولولم يصلها اي وقد صلى الفرض
معه لكن ينبغي ان يكون قول
القهستاني معه احتراز عن صلواتها
منفردة **قلت** فيكون على وزان قول
الغنية الماراذل **يد** **ثم** **مع** **شيئا**
منها فانما اساد به الانفراد لا ما يشمل
الادراك مع غيره، بدليل قوله عطفاً
عليه "وكذا اذا صلى التراويح مع
غيره"، قال الشامي اما لو صلاها (يعني
الفريضة) جماعة مع غيره
ثم صلى الوتر معه لا كراهة
تأمل انتهى **اقول** معلوم
ان الضمير في قوله
لا يتبعه للامام مطلقاً لا لخصوص

قستانی نے پھر فرمایا، لیکن اگر فرض اس نے جماعت
سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی باجماعت نہ پڑھے اور
میں کہتا ہوں کہ اس بات کو قستانی نے فیہ کی طرف
منسوب کیا ہے یاد رہے کہ یہ غیۃ الفقہاء مراد ہے
غیۃ المصلی نہیں جیسا کہ بعض معاصر فتویٰ نویسوں کو یہاں
غلط فہمی ہوئی ہے اور انھوں نے نقل کو اصل کے
مطابق نہ ہونے کی شکایت کی ہے علامہ شامی نے
فرمایا کہ مصنف کا قول کہ اگر اس نے تراویح امام کے
ساتھ نہ پڑھی ہوں یعنی فرض امام کے ساتھ پڑھے ہوں
لیکن مناسب یہ ہے کہ قستانی کا "معه" کہنا یہ
تراویح اکیلے پڑھنے کی صورت کو جدا کرنا ہے۔ میں کہتا
ہوں یہ غیۃ کے کج فہم قول "جب امام کے ساتھ کچھ
تراویح نہ پڑھے" کے انداز پر ہے کہ اس سے مراد
اکیلے پڑھنا ہے نہ کہ وہ معنی جس میں کسی دوسرے امام
کے ساتھ پڑھنا شامل ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں
نے دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کو علیحدہ عطف
کے ذکر کیا ہے۔ اور علامہ شامی نے فرمایا اور اگر اس
نے فرض کسی اور امام کے ساتھ جماعت میں پڑھا ہو
اور پھر وتر اس امام کے پیچھے پڑھے تو کوئی کراہت
نہیں، غور کر، انتہی۔ میں کہتا ہوں یہ بات واضح
ہے کہ "لا يتبعه" میں ضمیر کا مرجع خاص امام نہیں

هذا الامام فان من صلى الفريضة منفردا ليس له ان يدخل في جماعة الوتر لا مع هذا الامام ولا مع غيره فذلك في قوله معه وبالجملة فالتحصي شئان احدهما ان المنفرد في الفرض ينفرد في الوتر او ما وقع في منهية الدر الفريد في مسائل الصيام والقيام للعبد للفاضل المفتي محمد عنایت احمد علیہ رحمۃ الاحد ان لم یصلی الفرض بجماعة فله ان يدخل في جماعة الوتر وعزاه لحاشية الملاحظاوی فهو وانا قد مراجعت المعزی الیه فلم اجد ناصبا بما ظن انعم قد تشمر من بعض کلماته مراشحة ذلك حيث قال عند قول الدر المختار لو تركها الصل (یعنی جماعة التراويح) هل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع قضية التعلیل فی المسئلة السابقة (ای لو ترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراويح جماعة) بقولهم لانها تبع ان یصل الوتر جماعة فی هذه الصورة لانه ليس بتبع

بلکہ کوئی بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ کسی امام کے ساتھ وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا خواہ یہ امام ہو یا کوئی اور ہو، اور اسی طرح اس کے قول "معه" میں بھی ضمیر کا مرجع عام ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں حاصل ہوئیں، ایک یہ کہ جس نے فرض اکیلے پڑھے وہ وتر بھی اکیلے پڑھے۔ در الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید جو کہ فاضل مفتی محمد عنایت احمد علیہ رحمۃ کی کتاب ہے، کے منہ میں جو مذکور ہے کہ اگر کسی نے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اس بات کو انھوں نے حاشیہ طحاوی کی طرف منسوب کیا ہے، تو یہ سہو ہے۔ حالانکہ میں نے حاشیہ طحاوی کو دیکھا ہے میں نے اس میں یہ بات صراحتہ مذکور نہ پائی، ہاں علامہ طحاوی کی ایک عبارت سے اس بات کی بُرائی ہے، جہاں انھوں نے در مختار کے اس قول "اگر سب نے جماعت تراویح کو ترک کر دیا ہو تو کیا وہ وتر جماعت سے ادا کر سکتے ہیں، اس بارے میں رجوع کرنا چاہئے" پر لکھا ہے کہ سابقہ مسئلہ کی تعلیل کی طرف رجوع کرنے کا اشارہ ہے یعنی وہ سابقہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر فرض باجماعت کو انھوں نے ترک کیا ہو تو تراویح جماعت سے ادا نہ کریں" اس مسئلہ کی تعلیل یہ ہے، جس کو انھوں نے یوں بیان کیا ہے، کیونکہ تراویح تالیف

للتراویح ولا للعشاء عند الامام
 رحمہ اللہ تعالیٰ انتہی حلبی انتہی
 فقد یوہم قوله "ولا للعشاء" جوازا
 الوتر بجماعة ولو لم یصل هو بل
 الكل الفرض بها لكنه كما علمت خلاف
 المنصوص فان الذی فی
 رد المحتار عن شرح النقایة
 عن المنيّة ان لم یحمل
 علی ما مرکات ادخل فی
 الرد علی هذا الايهام واما
 ما ذکرناه لیس بتبع عند
 الامام فنعم ونعم الجواب
 عنه ما افاد المراد بالحق
 ابن عابدین ان اصله فی
 ذاته لا تنافی کون جماعته تبعا
 قلت الا ترى ان الظهور
 العصر من اعظم الفروض
 المستقلة والجمع بينهما من
 توابع الوقوف بعرفة ولو فی حجة
 نافلة فافهم قال الشامي
 انهم اختلفوا فی افضلیة صلاتها
 بالجماعة بعد التراویح اهـ

ہیں وہ وتر کو اس صورت میں جماعت کے ساتھ پڑھے
 کیونکہ وتر تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے
 تابع ہیں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک،
 انتہی حلبی انتہی اس میں اس کا قول کہ وتر عشاء کے تابع
 نہیں ہے وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کے یا سب کے
 فرض باجماعت پڑھے بغیر وتر کو باجماعت پڑھنا
 جائز ہے لیکن یہ بات علماء کی نص کے خلاف ہے
 رد مختار میں شرح نقایہ سے اور اس نے غیہ سے
 نقل کرتے ہوئے جو ذکر کیا ہے اگر اس کو گزشتہ
 مفہوم پر محمول نہ کیا جائے تو وہ اس وہم کا بہترین
 رد ہے اور یہ بیان کہ وتر امام صاحب کے نزدیک
 عشاء کے تابع نہیں ہیں یا یہ درست ہے۔ اور
 اس کا بہترین جواب وہ ہے جس کو آقا محقق ابن عابدین
 نے بیان فرمایا ہے کہ وتر فی ذاتہ اصل ہیں اور ان کی
 جماعت کا عشاء کے تابع ہونا فی ذاتہ اصل ہونے
 کے منافی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کیا آپ نے نہیں
 دیکھا کہ ظہر اور عصر کے فرض عظیم اصل اور مستقل ہیں
 لیکن اس کے باوجود ان دونوں فرضوں کو مقام
 عرفات کے تابع قرار دے کر جمع پڑھا جاتا ہے خواہ
 نفلی حج ہی کیوں نہ ہو۔ غور کر۔ علامہ شامی نے مآئن
 کی اس عبارت پر کہ "وتر کو تراویح کے بعد باجماعت
 پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف ہے" پر فرمایا

ای فکانت جماعته ادون حالاً من جماعة
 التراویح المسنونة عند الجمهور حتی
 لو ترکها اکل اشوا فکیف بجماعة الفرض
 الواجبة علی الصحیح الرجیح فساغ
 ان یکون تبعاً فی الجماعة وان
 کانت اصلاً فی الذات حتی
 افسد تذکرة المکتوبات قلت علی
 ان التعلیل بالقضية المذكورة
 تعلیل بالنفـ وهو عندنا من
 التعليلات الفاسدة كما صرحوا
 به فی الاصول و حصر العلة فی التبعية
 ممنوع محتاج الی الیمات هذا
والاخراج من صلی الفرض
 بجماعة یجوز له الدخول فی جماعة
 الوتر سواء صلی الفرض خلف هذا الامام
 او خلف غیره كما قرر الشافعی وسواء
 صلی التراویح وحده او
 خلف هذا الامام او غیره كما
 نصوا علیه قلت بل ومن لم
 یصلها رأساً كما یشمله اطلاق
 قوله ولو لم یصلها بالامام
 له ان یصل الوتر معه
 فانه یصدق بانتفاء القید و
 المقید جمیعاً ولیحسبوا اما ما ذکرنا
 ان جماعة الوتر هل هی تبع

یعنی وتر کی جماعت تراویح کی جماعت سے ادنیٰ ہے
 کیونکہ تراویح کی جماعت جمہور کے ہاں منسوخ ہے حتیٰ کہ
 اگر تمام لوگ تراویح کی جماعت کے تارک ہوں تو سب
 گنہگار ہوں گے، تو جماعت وتر کا فرض کی جماعت سے
 جو کہ راجح قول کے مطابق واجب ہے، کیا مقابلہ ہے
 پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وتر اگرچہ فی ذاتہ مستقل نماز ہیں
 لیکن ان کی جماعت عشاء کی نماز فرض کے تابع ہے اس
 لئے اگر وتر کی جماعت میں یا د آئے کہ عشاء کے فرض
 باقی ہیں تو وتر فاسد ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ
 شامی کا متن کے قول مذکور کو علت قرار دینا یہ تعلیل بالنفی
 ہے جبکہ ہم احناف کے ہاں تعلیل بالنفی فاسد ہے
 صلی الفرض فقیہ میں اس کی انہوں نے تصریح کی ہے
 پھر اس کلام کو وتر کی جماعت کا فرض کے تابع بنانے
 کے لئے ہی علت ماننا محتاج بیان ہے، اس کو
 محفوظ کر۔ اس بحث سے حاصل شدہ دوسری چیز یہ ہے
 کہ جس نے فرض باجماعت ادا کئے ہوں خواہ کسی دوسرے
 امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے تو اس کو اس امام کے
 ساتھ باجماعت وتر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ علامہ شامی
 نے اس کی تقریر کی ہے خواہ اس نے تراویح باجماعت
 اس امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں یا
 تراویح اکیلے پڑھی ہوں جیسا کہ فقہانے اس کو صراحتاً
 بیان فرمایا۔ قلت (میں کہتا ہوں کہ) خواہ اس نے
 تراویح سرے سے پڑھی ہی نہ ہوں کیونکہ اس کا یہ قول
 کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو بھی وتر
 باجماعت پڑھ سکتا ہے "مطلق ہے، جو اس صورت کو

لجماعة التراويح املا، جنم الفضلان
الحلبی والطحطاوی فی حواشی
الدر الی الثانی کما سمعت واستظهر
الشامی الاول قائلا ان سنة
الجماعة فی التروايع اعرفت
تابعاً للتروايح قلت وهذا
هو الاظهر فان مشروعیة
جماعته لو كانت لاصالة فاصالته
دائمة لا تختص بزمانات، ثم
سأیت العلامة البرجندی
نص فی شرحه للنقایة ان
الجماعة فیہ لما كانت
بتبعیة التروايح علی ما هو
المشهور اذ فقد ثبت روايته
واعترضه درایته و ترجمه
شهرة فانقطع النزاع، فاعلم
ان هذا كله فیما لو ترك
الكل جماعیة التروايح
كما قد مناهن الغنیة
عن القنیة، اما اذا جمع

عہ جواب امامی قولہ امام اذ کرد ۱۲ (م)

بھی شامل ہے کیونکہ مقید کلام کی نفی سے قید اور مقید
دونوں کی نفی بھی ہو سکتی ہے (جس سے تراویح نہ پڑھنے
کی صورت بھی سمجھی جاتی ہے)، اس کو نوٹ کر۔ لیکن علما
کا یہ بیان کہ وتر کی جماعت کیا تراویح کی جماعت کے
تابع ہے یا نہیں، تو حلبی اور طحطاوی دونوں کا دھماکا
یہ ہے کہ تابع نہیں ہے یہ بات انھوں نے درمختار کے
حاشیہ میں لکھی ہے جیسا کہ تو سماعت کر چکا ہے، اور
علامہ شامی نے پچھلے احتمال یعنی تابع ہونے کو ظاہر
قرار دیا ہے یہ کتھے ہوئے کہ وتر کی جماعت کا سنت
معلوم ہونا تراویح کے تابع ہونے کی وجہ سے ہے۔
میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ شامی کا قول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ
اگر وتر کی جماعت خود اصل ہوتی تو پھر یہ جماعت پورا
سال ہوتی صرف رمضان کی تیسویں نہ ہوتی، پھر اس کے
بعد میں نے یہی بات علامہ برجندی سے صراحتہ پائی
کہ انھوں نے اپنی نقایہ کی شرح میں کہا کہ وتر کی
جماعت تراویح کے تابع ہے جیسا کہ یہی مشہور ہے اور
ان کی روایت ثابت اور ان کی درایت مضبوط اور
شہرت کو ترجیح ہے لہذا یہ اختلاف ختم ہو گیا ہے،
معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ساری بحث اس صورت میں
تھی جبکہ تمام نے تراویح کی جماعت کو ترک کیا ہو جیسا

۱۔ رد المحتار باب التروا والنوافل
۲۔ شرح النقایة للبرجندی فصل فی التروايح
۳۔ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۴۔ منشی نوکشور لکھنؤ

القوم و تخلف عنهما
 ناس ثم ادركوا الوتر مع الامام
 فلا شك ان لهم الدخول في
 جماعة الوتر اذا كانوا اصلوا الفرض
 بجماعة كما سمعت ، نعم ذهب
 بعض كالامام علي بن احمد
 وعين الاثمة الكرابيسي الى
 تبعية لجماعة التراويح في حق
 كل متصل بمعنى ان من لم
 يدركها مع الامام لا يتبعه في
 الوتر ، لكنه كما علمت قول مرجوح ،
قلت وبهذا التحقيق يظهر التوفيق
 بين كلام العلامة البرجندی المذكور
 وكلام الفاضل شیخی مراده في
 مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر حديث
 قال لولم يصلها (يعني التراويح)
 مع الامام صلى الوتر به لانه تابع
 لمضات وعند البعض لانه تابع
 للتراويح عنده ، وفي القهستاني و يجوز
 ان يصل الوتر بالجماعة وان
 لم يصل شيئا من التراويح مع الامام
 او صلاها مع غيره وهو الصحيح ثم ما في
 المجمع فانه صريح في ان القول

کہ ہم نے غنیمت سے قنیت کے توالے سے پہلے بیان
 کر دیا ہے لیکن اگر لوگوں کی جماعت تراویح سے
 کچھ لوگ رہ گئے ہوں اور یہ لوگ بعد میں اگر امام کو وتر
 کی جماعت میں پائیں تو کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ وتر کی
 جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ انھوں نے فرض
 باجماعت پڑھے ہوں جیسا کہ توسن چکا ہے ، ہاں
 بعض حضرات جیسا کہ علی بن احمد اور عین الاثمہ کرابیسی
 اس طرف گئے ہیں کہ وتر کی جماعت تراویح باجماعت تک تابع
 ہے لہذا ہر نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ تراویح باجماعت
 پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو لیکن تو معلوم
 کر چکا ہے کہ یہ بات مرتوج ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ اس
 تحقیق سے ^{اعلام برجندی} کے کلام اور فاضل شیخی زادہ
 کی ^{مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر} میں ذکر کردہ کلام میں
 موافقت واضح ہوگئی فاضل نے وہاں یہ کہا کہ اگر اس
 نے تراویح امام کے ساتھ نہ بھی پڑھی ہوں تو وہ امام کے
 ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت رمضان کے
 تابع ہے ، بعض کے نزدیک وہ وتر امام کے ساتھ نہیں
 پڑھ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی جماعت تراویح کے
 تابع ہے ۔ اور قستانی میں ہے کہ اگر کسی نے تراویح
 جماعت سے نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ
 پڑھی ہوں تو وہ بھی وتر امام کے ساتھ باجماعت پڑھ
 سکتا ہے ، یہی صحیح ہے اور ۔ مجمع کا بیان اس بات
 میں صریح ہے کہ وتر کی جماعت کا تراویح کے تابع ہونے

بتبعية للتراويح قول مرجوح خلاف
الجمهور وصريح ما في البرجندی
انه هو القول المشهور ووجه التوفيق
ان التبعية في كلام المجمع ما خوزة
بالنظر الى كل احد في خاصة نفسه
ولذا بنى عليه منع من لم يدركها
مع الامام عن دخوله في الوتر، وفي
كلام البرجندی بمعنى وقوعه بعد
اقامة الناس جماعة التراويح وان
لم يدركها بعض القوم فليكن التوفيق
وبالله التوفيق ثم انما المعنى
بتبعيته لم مضات ان جماعته
غير مشروعة الا فيه لاسباب تبعيته
عما سواه مطلقا حتى ينافي تبعيته
لجماعة التراويح بل والفرض
فان فيه ما قد علمت، فاذن لا خلاف
بين التبعتين الا على قول البعض
المرجوح، هكذا ينبغي التحقيق و
الله تعالى ولي التوفيق، نعم
وقم في شرح المنية الصغير،
ما نصه "اذا لم يصل الفرض
مع الامام قيل لا يتبعه في
التراويح ولا في الوتر وكذا اذا لم
يصل معه التراويح لا يتبعه في الوتر
والصحيح انه يجوز ان يتبعه

لا قول مرجوح ہے اور جمهور کے خلاف ہے۔ اور برجندی
کا بیان یہ ہے کہ یہ قول مشہور ہے۔ اور موافقت کی
وجہ یہ ہے کہ مجمع کے کلام میں جس تابع کو مرجوح کہا ہے
اس سے مراد وہ صورت ہے جبکہ تراویح کی جماعت
بالکل نہ ہوئی ہو اور کسی نے بھی تراویح کی جماعت سے
نہ پرچی ہوں اسی لئے اس نے وتر کی جماعت میں شامل
ہونے کی ممانعت کی بنا اس بات کو بنایا ہے کہ امام
کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، جبکہ علامہ برجندی کا
یہ کہنا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہونا مشہور
قول ہے اس سے مراد وہ صورت ہے کہ جب بعض
نے تراویح کی جماعت کی ہو اور بعض لوگ اس جماعت
سے رہ گئے ہوں، یوں توفیق ہو گئی اللہ کی دی ہوئی
توفیق سے پھر وتر کی جماعت کا رمضان کے تابع
ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے بغیر وتر کی
جماعت جائز نہیں یہ مطلب نہیں کہ یہ کسی اور چیز کے
تابع نہیں تاکہ اس کا تراویح اور فرض کے تابع
ہونے کی نفی ہو سکے، کیونکہ یہ مطلب لینے میں اعتراض
ہے، لہذا دونوں کے تابع ہونا ایک دوسرے کے
منافی نہیں ہے ماسوائے ایک مرجوح قول کے،
تحقیق یوں چاہئے، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔
ہاں مذکورہ منیہ میں یہ بات مذکور ہے کہ جس نے فرض
یا جماعت نہ پڑھے ہوں وہ تراویح اور وتر کی جماعت
میں ایک قول کے مطابق شریک نہ ہو اور وہ بھی
جو اس امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شریک
نہ ہوا تو وہ بھی اس امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں

فی ذلك كله حتى لو دخل بعد ما حصل
 الامام الفرض وشرع في التراويح
 فانه يصل الفرض او لا وحده ثم يتابعه
 في التراويح وفي القنينة
 لو تركوا الجماعة في الفرض ليس
 لهم ان يصلوا التراويح جماعة اه
 فاوهو ذلك عند بعض الناس ان
 الحلبي صحح جواز اتباع الامام في
 الوتر وان لم يتبع في الفرض ، وانا
 اقول ليس هو رحمه الله تعالى
 من اصحاب التصحيح وانما
 وظيفته النقل عن ائمة الترجيح
 ومعلوم ان شرحه الفقير انما
 هو ملخص من شرحه الكبير و
 هذه عبارة الكبير به رأي عين منك
 لا ترى فيه تصحيحا اصلا ناظرا الى هذا
 المتوهم وانما فيه تصحيحان الاول من
 الامام الفقيه ابى الليث بجواز اتباع
 الامام في الوتر سواء صلى التراويح
 كلها او بعضها معه او مع غيره او وحده
 منفردا وهذا مجمل قوله "يجوز ان
 يتبعه في ذلك كله والثاني
 عن الامام ظهير الدين
 المارغيناني لجواز اتباع
 في التراويح وان لم يتبعه في الفرض
 له صغيري شرح فيه لمصل

شریک نہ ہو لیکن یہ بات درست نہیں ، کیونکہ ان
 مذکور تمام صورتوں میں وہ وتمام کے ساتھ باجماعت
 پڑھ سکتا ہے ، حتیٰ کلام کے فرض سے فارغ ہونے کے
 بعد اگر مسجد میں آیا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ پہلے
 اکیلے فرض پڑھ کر پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو جائے
 اور قنینہ میں ہے کہ اگر لوگ فرض کی جماعت کے تارک
 ہوں تو وہ تراویح باجماعت امام کے ساتھ نہ پڑھیں۔
 اس سے بعض حضرات کو یہ وہم ہوا ہے کہ حلبي نے
 فرض باجماعت کے بغیر وتر کی جماعت میں شرکت کو
 صحیح قرار دیا ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ حلبي رحمۃ اللہ علیہ
 اصحاب تصحیح میں سے نہیں ، ان کا کام صرف ائمہ
 ترجیح کے قول کو نقل کرنا ہے اور یہ بات بھی واضح ہے
 کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ ان کی کبیر شرح کا خلاصہ ہے
 اور کبیر شرح کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس میں
 اس وہم کے متعلق کوئی تصحیح نظر نہیں آتی ، اس مسئلہ
 میں صرف دو تصحیحیں موجود ہیں ایک امام فقیہ ابواللیث
 کی جو کہ کسی طرح بھی تراویح پڑھ لینے والے کو خواہ
 اکیلے یا جماعت کے ساتھ اس امام یا کسی دوسرے
 امام کے ساتھ ، پھر یہ کہ تمام تراویح یا بعض باجماعت
 پڑھی ہوں ، وتر کی جماعت میں شرکت کے جواز کے
 بارے میں ہے اور اس کو بطور اجمال حلبي نے اپنے
 اس قول سے تعبیر کیا کہ اس وتر کی جماعت میں شرکت
 کی ان تمام صورتوں میں جائز ہے ۔ اس بارے میں
 دوسری تصحیح امام ظہیر الدین مرغینانی کی ہے جو کہ امام
 کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شرکت کے جواز سے

وعلیه یتفرع الفرع المذكور في
الشرحین معاً حتی لو دخل بعد ما صلی
الامام الفرض "فالتوهم المحاصل
فی عبارة الشرح الصغير انما منشوء
ما وقع فيه ههنا من الاختصار
المخل الا ترى انه اقتص في التفریع
المذكور كما صله الكبير علی قوله، يتابعه
فی التراویح، ولو كانت مرادة بقوله
فی ذلك كله، ما يشمل المتوهم، ل زاد
ايضاً والوتر، وبالجملة فالمعروف المعلوم
من تصحيحات الاثمة هو الذي بينه
فی الشرح الكبير، وهذا المتوهم
لا يعرف له تصحيح ولا ترجيح، فلا
يعارض ما نص عليه فی منية
الفقهاء، وحكمه به حكما جازما
من دون ذكر خلاف فعليك بالتبصر
والانصاف ولك انت تقول ان "الامام"
معرف باللام وضمير "يتبعه" راجع
اليه والمعرفة اذا عيئت معرفة
كان المراد عين الاول غالباً، فالمعنى
اذا لم يصل الفرض مع
هذا الامام فله انت يتبعه
فی الوتر ان لا يجب لاتباعه
فی الوتر ان يكون اتبع هذا
الامام بعينه في الفرض،

مطلق ہے اس شخص کے بارے میں جس نے اس امام
کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں، اسی تصحیح پر صغیر و کبیر
شرحوں کی تفریع مرتب ہے کہ کوئی شخص امام کے فرض سے
فارغ ہونے کے بعد مسجد میں آیا الخ لہذا شرح صغیر کی
عبارت سے جو ہم پیدا ہوا وہ اس اختصار کی وجہ سے
پیدا ہوا، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ انھوں نے تفریع بیان
کرتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ وہ فرض پڑھنے کے بعد امام
کے ساتھ تراویح میں شامل ہو جائے، اور شرح کبیر میں بھی
اتنا ہی ذکر ہے، اور اگر اس کے قول "ان سب صورتوں
میں" وہ صورت بھی شامل ہوتی جس کا وہم ہوا ہے تو
پھر تفریع میں، تراویح میں شامل ہونے کے ساتھ وتر
میں شامل ہونے کو بھی ذکر کرتے، الحاصل ائمہ کرام کی
تصحیحات سے صرف وہی بات معلوم ہوتی ہے جو کہ
شرح کبیر میں ہے حالانکہ وہم شدہ کی اس میں
کوئی تصحیح یا ترجیح نظر نہیں آتی، لہذا شرح کبیر کی عبارت
فیہ الفقہاء کی صریح عبارت کے معارض نہیں ہو سکتی
جبکہ اس نتیجہ میں جزمی حکم ہے اور اس میں کسی اختلاف
کا اس بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے، تجھے غور و فکر میں
انصاف چاہئے، اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ شرح صغیر
کی عبارت میں لفظ "الامام" معروف بالام ہے اور لفظ
یتبعہ میں ضمیر کا مرجع وہی امام ہے، اور اکثر طور پر
معرف کو جب دوبارہ معرف ذکر کیا جائے تو وہی ایک مراد
ہوتا ہے، تو اس قاعدہ کے مطابق معنی یہ ہو گا کہ جب
اس خاص امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے تو اس امام مذکور
کے ساتھ وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یعنی کسی امام کے

وهذا صحيح لا شك ويؤيد هذا
الفهم ان القهستاني لما قال
اذ لم يعمل الفرض مع ولا يتبعه
في الوتر احتاج الشامي الى
ابانة مرادة وان المقصود
مع امام ما لامع خصوص
هذا الامام ، وان حبادل
مجدل فنقول الشرح الصغير
مطالب بتصحیح نقل هذا
التصحیح الذي لا يعلم
له اشراصل في كتاب قبله
حتى في الكبير الذي كان
اصله ، والله الموفق فقد
تحرر بما تقر ، ان جماعة
الوتر تبع لجماعة الفرض في
حق كل احد من المصلين ،
ولجماعة التراويح في
الجملة لا في حق كل ،
ولرمضان بمعنى انها
تكره في غيره لو على
سبيل التداخي بان
يقتدى امر بعة بواحد
كما في الدر عن الدر

ساتھ وتر پڑھنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ فرض
بھی اسی کے ساتھ باجماعت پڑھے ہوں ، اور یہ مفہوم
بلا شک و شبہ صحیح ہے ، اس مفہوم کی تائید قہستانی کے
اس قول سے ہوتی ہے جس کی مراد کو علامہ شامی نے
واضح کیا ہے ، وہ یہ کہ جب قہستانی نے کہا جب امام
کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں تو وتر اس کے ساتھ نہ پڑھے
اس پر علامہ شامی نے مراد کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ اس
امام سے مراد کوئی امام ہے یعنی اگر کسی بھی امام کے ساتھ
فرض نہ پڑھے تو پھر وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے ، اگر
کوئی اس وہم پر بحث کا اصرار کرتا ہے تو اس کو یہ گمراہی
جائے کہ صغیر شرح کا یہ صحیح کہنا باعث مطالبہ ہے کہ
اس نے یہ کیوں کہا جبکہ اس سے قبل کسی کتاب میں اس
صحیح کا نام و نشان نہیں ہے حتیٰ کہ ان کی اپنی کتاب
کبیر میں بھی نہیں اس صغیر کا اصل ہے ، واللہ الموفق ،
پس اس تقریر سے یہ بات صاف ہو گئی کہ وتر کی جماعت
فرض کی جماعت کے تابع ہے تمام نمازیوں کے لئے
اور وتر کی جماعت ، تراویح کی جماعت کے تابع ہے
کچھ نمازیوں کے لئے (یعنی بعض حضرات نے بھی تراویح
باجماعت پڑھیں تو وہ سرور کو وتر کی جماعت میں شرکت
جائز ہے) اور وتر کی جماعت رمضان کے بھی تابع ہے
لیکن اس معنی میں کہ غیر رمضان میں یہ جماعت مکروہ ہے
جب یہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت بطور دعوت و
اہتمام ہو یعنی چار افراد ایک امام کی اقتداء کریں تو مکروہ ہے

حتى جائزاً اقتداءً بثلاثة بامام بلا كراهة
في الاصلح كما في حاشية العلامة
الطحطاوى على مراقي الفلاح شرح
نور الايضاح للعلامة الشرنبلالي رحمه الله
تعالى على العلماء جميعاً اتقن هذا فاعلمك
لا تجدد هذا التحرير في غير هذا التقرير
وما توفيقي الا بالعلم الخبير والله سبحانه
وتعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتم
احكم۔

جیسا کہ در مختار میں ذکر سے منقول ہے، حتیٰ کہ اگر تین
آدمی و ترکی جماعت میں ایک امام کی اقتداء کریں تو
یہ اصح قول کے مطابق بلا کراہت جائز ہے، جیسا کہ
علامہ طحطاوی نے مرقا الفلاح شرح نور الايضاح کے
حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ نور الايضاح علامہ شرنبلالی کی
کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام علماء پر رحمت فرمائے۔
اس تحریر کو مضبوط کر، ہو سکتا ہے کہ تجھے دوسری جگہ یہ
مفصل بحث نہ ملے و ما توفيقي الا بالله العليم الخبير والله
تعالى سجد اعلم وعلمه جل مجدته اتم واحكم۔ (ت)

مسئلہ دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولیٰ مجہول کیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان
رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں؟ بینوا تو

الجواب

صورت اولیٰ میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے تین نفل ایک قعدہ کے
ساتھ پڑھے مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے جائز ہونا
چاہئے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ نفل جائز نہیں کیونکہ اس کی
آخری رکعت جس کے بعد قعدہ کیا ہے وہ فاسد ہے
کیونکہ وہ دو پر زائد ایک رکعت نفل رہ گئی جبکہ ایک رکعت
نفل جائز نہیں لہذا اس آخری رکعت کے فساد سے پہلے
دو رکعت بھی فاسد ہو جائیں گی۔ (ت)

في رد المحتار لو تقطوع ثلاث بقعدة واحدة
كان ينبغي الجواز اعتباراً بصلوة المغرب
لكن الاصح عدمه لانه قد فسد ما اتصلت
به القعدة وهو الركعة الاخيرة، لان التفضل
بالركعة الواحدة غير مشروع فيفسد
ما قبلها۔

اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولیٰ نہ کیا تو مذکورہ مفتی پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے

کما صرح به فی رد المحتار عن النہر الفائق عن الزاہدی (جیسا کہ رد المحتار میں نہر الفائق اس زاہدی سے وضاحت کر دی گئی ہے۔ ت) اور دونوں قعدے کئے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں۔

ولا کراہۃ ایضا کما یفیدہ التعلیل الذکور
فی رد المحتار نعم الا فضل مثنی مثنی کما
لا یخفی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
چار رکعت نفل دو قعدوں اور ایک سلام سے جائز ہیں
اور کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ رد المحتار کی بیان کردہ
علت سے حاصل ہے تاہم نفل دو دو پڑھنا افضل
ہے جیسا کہ واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲ از جزا لا پور ضلع سہارن پور مسئلہ سید یا علی صاحب ۱۹ اشوال ۱۳۰۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جماعت تراویح میں مشغول ہے اب چند آدمی آئے وہ فرض
جماعت سے پڑھیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صحیح شبہ کہ کوئی حرج نہیں،

ولو فی مسجد محلۃ حیث لو یکبر والاذان
وعند لوا عن المحراب کما ہو مفسر
مشاہد۔
الحجۃ کی مسجد میں جبکہ دو بارہ اذان نہ دیں
اور محراب سے ہٹ کر جماعت کرائیں جیسا کہ معلوم
معروف ہے۔ (ت)

طحاویہ میں ہے:

اذا کثرت بغیر اذان فلا کراہۃ مطلقاً وعلیہ
المسلمون۔
جب تو جماعت کا تکرار اذان کے بغیر کرے تو کوئی کراہت
نہیں ہے، مسلمانوں کا یہی عمل ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

عن ابی یوسف اذا لم یکن علی الہیئۃ الاولی
لایکبر واذ یکبر وہو الصحیح وبالعدد ول
عن المحراب یتختلف الہیئۃ کبدا فی
فتاویٰ البزاریہ۔
امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ جب دوسری
جماعت پہلی جماعت کی طرز پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ
ہے، یہی صحیح ہے، اور محراب سے ہٹ کر کرنے سے پہلی
جماعت کی طرز بدل جاتی ہے۔ فتاویٰ بزار میں ایسے ہی ہے (ت)

مگر جہاں تک ممکن ہو جماعت تراویح سے دور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ تخلیط
وتمییس سے ایمن رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

لے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۴۰/۱
لے غنیۃ المستملی شرح غنیۃ المصلی فصل فی احکام المسجد سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۵